

اس کے بعد وہ تمام خصوصیات نیچے چلی گئیں اور الکلیفۃ الوجہ بہرہ کے عنوان کے ساتھ باقی نہ رہا۔
ان کے خصوصیات سے خالی ہونے کی حالت بھی دکھائی دی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب درحقیقت
صفات کو اصل کے ساتھ لایا گیا ہے۔ اور خصوصیات سے خالی ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ
لانے کا کچھ معنی نہیں تھا۔ مگر مجازی طور پر جس طرح کہ تجلی صوری و اولوں کا حال ہے۔ اور حقیقی فنا اس
وقت متحقق ہوئی۔

اس حالت کے موجود ہونے کے بعد اپنے اور دوسروں میں پائی جانے والی صفات سب کو
ایک ہی طرح پر پایا اور مقامات کا امتیاز اٹھ گیا۔ اس وقت شرک غفی کے بعض باریک اور دقیق افشا
سے بھی خلاصی اور نجات میسر آگئی۔ اس وقت نہ عرش رہا نہ فرش۔ نہ زمان و نہ مکان اور نہ ہی
جہات اور حدود۔ اگر سالہا سال غور کرتا رہوں تو یہی بات ہرگز علم میں نہیں آتی کہ عالم کا ایک
ذره بھی پیدا اور مٹا ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین نظر آیا اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔ اپنا تعین تو بوسیدہ اور پارہ پارہ کپڑے
کی شکل میں جسے کسی شخص نہ پہن رکھا ہو دکھائی دیا۔ اور میں نے اس شخص کو وجہ خاص جانا۔ لیکن یہ شخص
کے عنوان سے منکوسہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے نزدیک ہی باریک چمڑا نظر آیا۔ میں نے اپنے آپ کو عین وہ چمڑا محسوس کیا
اور اس تعین کے کپڑے کے اپنے سے الگ دیکھا۔ اور وہ فوراً اس چمڑے میں تھا نظر آیا۔ ایک گھڑی بعد
وہ فوراً نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پرست اور کپڑا بھی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہی پہلی جہالت ہی باقی
رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی صورت جو علم میں آئی عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت و سقم معلوم ہو جائے۔ اور
وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ صورت علیحدہ ہے جس طرح کہ جب اور مکان کے درمیان واسطہ کہ اس کی
ہر طرف ایک دوسری سے الگ ہے اور درمیان میں مکمل اور پورا فرق موجود ہے۔ اور وہ پرست (چمڑا)
جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہے وہ عدم اور وجود کے درمیان واسطہ ہے۔ میں نے اپنے
آپ کو اسی پرست کے آخر پر جو دیکھا تو اس سے اس برتن اور واسطہ ہماکت پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے۔
اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو واقعات میں عدم اور وجود کے درمیان برتن اور واسطہ محسوس کیا۔
لیکن ظاہر و آفاق کی تنفر سے تھا اور یہ نفس کی نظر سے۔ اور اس وقت ایک فرق اور بھی ظاہر ہوا تھا وقت
قریب یا دیر نہ رہا۔ اسے نہ میں میں رکھیں۔

جو کچھ دیکھا اور ہمیشہ حاصل ہے وہ تو سیرت اور مذاہب ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس طرح کے شہد سے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ختم ہوجاتے ہیں اور ان کی صرف معرفت باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض واقعات کے بیان عاجز ہے۔ اگر کوئی چیز علم میں آتی ہے تو اس پر اکتفا نہیں کرتا۔ اسی مناسبت سے عرضداشتوں میں گستاخی کو چھوڑتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے بتانے سے کسی امر کا یقین حاصل ہوجائے۔ اس بات کا اہم و اہمیت کہ آپ کی بلند ترہمات سے کہنے اور فضول تعلقات کی گرفتاری سے نجات حاصل ہوجائے۔ ورنہ کام بہت مشکل ہے۔

یہ عنایت حق و خاصان حق! گو ملک باشد سیاد ہستش ورنہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ کا بنی خاص کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہرگز اس کا مدد مل

سیاد ہی ہے۔

شیخ عبد اللہ نیازی کا بیٹا شیخ ملا جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبد العزیز بھی اس سے پروری واقفیت رکھتا ہے۔ تادم برسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے الٹا کرنا ہے۔ میں نے اسے استعارہ کرنے کو کہا ہے۔ ویسے ظاہر آوہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض تر و واقعات میں دیکھ کر رابطہ اختیار کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے آئے۔ یہ بیشتر رابطہ کا تعلق رکھتے تھے اور پہلے سے حضور و استغراق کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض اصل سے نہیں دیکھتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے بہت کچھ کوئی بھی ترجید و جود ہی کے افراد و مکاشفات کے واسطے پر نہیں چل رہا۔

قی قاسم بھی، قاسم دو و محمد اور عبد الرحمن مقام جذبہ سے بظاہر نقطہ فرق نکلتا ہے چکے ہیں۔ لیکن قاسم علی رشاد و نکیل کے نیچے غفلت کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے دو کے مطلق معلوم نہیں کہ اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔

شیخ فراہمی نقطہ تک پہنچا نہیں اس کے نزدیک ہے۔ ملا عبد الرحمن بھی نقطہ کے نزدیک ہے تھوڑی سی مسافت درمیان میں باقی ہے۔

ملا عبد اللہ اسی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ذات مطلق میں شاد اگر ہیں اشیاء کے اندر صفت تشریح کے ساتھ دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اس ذات مقدس کی طرف سے جانتا

ہوں۔ یہ آپ کے گھر کی دولت ہے جو طالعوں اور سعادت مندوں پر فائز اور وارث ہو رہی ہے۔
اور اس کیلئے اس قبضہ ہسانی میں کچھ حصہ نہیں ع

من جہاں احمد یار سید کو مستم ہستم
میں تو وہی پڑانا احمد ہوں جو کر تھا

آپ نے ایک روز ملاقات میں سے ایک واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (مجدد صاحب
قدس سرہ) میں مجہوریت کے معنی نہ ہوتے تو قلعہ تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی اور اس (مجدد صاحب
قدس سرہ) کی مجہوریت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بیان کی تھی۔ اس بات سے پوری امید ہے۔
اور یہ جرات اور کسٹناظمی اسی بنا پر ہے۔

مکتوب نمبر (۱۵)

ان حالات کے بیان میں مجہور و اور نزول سے متا بہت دیکھتے ہیں، نیز بعض
مفتی اسرار کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اس بندے کی عرضداشت جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی، پیر پائے والا بھی ہے اور نہ پائے والا
بھی اور رجوع کرنے والا بھی ہے اور اعراض کرنے والا بھی۔

عرض یہ ہے کہ مدت دراز تک وہ مطلوب حقیقی کی تلاش کرتا رہا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے
آپ جی کو پایا۔ اس کے بعد اس کا کام اس مقام کو پہنچا کہ اگر اس نے اپنی تلاش کی تو بھیر بھی بجائے اپنے
مطلب حقیقی کو ہی پایا۔ اب اس کو گم کہ چکا ہے اور اپنے آپ ہی کو پا گیا ہے۔ اور اس کو گم کرنے
کے باوجود اس کا تلاشی نہیں رہا۔ اور مطلوب حقیقی کے فقدان کے باوجود اس کا خواباں نہیں۔ علم
کے لحاظ سے حاضر پائے والا اور رجوع کرنے والا ہے اور ذوق کے لحاظ سے غائب۔ گم کرنے والا
اور اعراض والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا۔ یعنی بقا میں فانی ہے اور عین فانی۔
لیکن قسمت علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار مجہور و نزول (نیچے کے مقام میں) خراب پا چکا ہے۔ اور عروج و بلندی سے رہ چکا
ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے بھیرنے والے (حق جل و علا) کی طرف سے گئے تھے۔ اب لوں
کے بھیرنے والا (حق تعالیٰ) سے بھر مقام غلب کی طرف تہیے لے آئے ہیں۔

اس کا۔ و بارہ سو از نزول دینچے کے مقام میں انفراد پانچکا ہے اور عروج و بندگی سے دور چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دل کے پھیرنے والے رخنہ جل و مل کی طرف لے گئے تھے اب دلوں کے پھیرنے والے رخنہ تعانی سے یہ مقام قلب کی طرف دینچے لے آئے ہیں۔

درج کے نفس سے نجات پا جانے اور اطمینان کے بعد نفس کے کل جانے کے باوجود غالب آنے والے انوار سے اس کی روح کو روح و نفس دونوں مجنوں کا جامع کر دیا گیا ہے اور ان دونوں کی برزخیت اور واسطے سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی طرف سے فائدہ حاصل کرنے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے والا اس واسطہ برزخیت کے حصول کی وجہ سے مجھے اوپر سے فیض ملنے اور نیچے والوں کو مستعد و پہنچانے کا سربہ بھی مل کر دیا گیا ہے۔ یہیں فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچا بھی رہا ہے۔ اور بدین فائدہ پہنچانے کی حالت میں استفادہ بھی کر رہا ہے۔

گمراہیم شریات ازین محمد شود و در زمین بس قلما بشکند

پھر میں اس کی شرح کروں نہ بہت دراز ہو جائے۔ اور اگر کچھ لگوں تو کتنی ہی ظلیں فرٹ جائیں۔ بدین ترش تر ہے کہ دست و چپ مقام قلب سے عبارت ہے۔ ہر مغلوب قلب یعنی درجہ تعالیٰ تک عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ اور یہ سے نزول کے بعد جب مقام قلب پر آتے ہیں یہ دوسرا مقام ہے جو چپ و راست کے درمیان برزخ واسطہ ہے جیسا کہ اس کے واقعہ پر ہر گون پر ظاہر و واضح ہے۔ اور سلوک نامکمل کردہ مجددی اصحاب قلب ہیں۔ مغلوب قلب و حق تعالیٰ تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ نظام کا تعلق اس کے اس مقام میں نشان خاص حاصل ہونے سے کیا ہے۔ اور اس مقام کے اصحاب میں اس کی تیارگی اور علیحدہ حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی تیارگی حیثیتوں میں ہمارا اس بحث میں انہماک کی سبقت اور انفا خاص ہے۔ جو اس مقام کے مناسب علوم و معائنات کا مشنا ہے۔ مقام قلب کے علوم اور جذبہ سلوک و انفا وغیرہ کی حقیقت اس رسالہ میں تفصیل سے لکھ دی گئی ہے جس کا مدعا جو چکا ہے۔

میر سید شاہ حسین پریشانی کے عالم میں روانہ ہو گئے۔ ان علوم و حقائق کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ ابن شاہ راشد جلد ابن ان کے ملائم کا شرف حاصل ہو گا۔

ایک عزیز جو مقام قوت میں رہا تھا نیچے مقام بند میں آچکا ہے لیکن عالم و جہان ان کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں۔ فو تن کی طرف ہی توجہ رکھتا ہے۔ یہ لکھ اور یہ کی طرف عروج سے انفا و انفا۔

اس سے وہ باطریق مقام جذبہ سے مناسبت رکھتا تھا۔ اور پورے نیچے آنے کے وقت اپنے ساتھ
مستکم چیزیں لایا ہے۔ اس نسبت کا سرا یہ جو توجہ بلا افتقار اور اس کے عروج کا اثر تھا اب بھی
باقی ہے۔ جذبہ کی نسبت میں جسم میں درجہ اور عظمت میں فور کی طرح ہے۔ لیکن جذبہ حال حسرات
خوابگان قدس اسرار ہم کے جذبہ سے علاوہ ہے۔ بلکہ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احمد درویش
عید کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے لایا ہے اور اس میں انہیں خاص شان حاصل ہے۔ اور ایک واقعہ
ہے بعض طالبوں کو بود کھائی نہ پا کہ حضرت خواجہ احمد اس طرح دیکھا کہ اس عزیز متوقفت
درجہ کے ہونے نے کھایا ہے اس کا اثر اس مقام میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جذبہ مقام افادہ سے
منہ بند نہیں رکھتا۔ اس مقام میں مسخ ہمیشہ فرتن کی طرف ہے اور سکھ دانتی ہمیشہ اس کو
لٹا رہے ہیں۔

جذبہ کے بعض مقامات ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے متعلق ہیں۔ اور کچھ درجہ سے
مقامات سلوک کے متعلق نہیں۔ بلکہ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ
جذبہ ایسا ہے کہ ان میں داخلے کے بعد متعلق سلوک ہے۔

اس عزیز کی تقریر کے دوران بندہ اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے بعض متعلق ظاہر
ہوئے۔ جب تک کوئی سبب پیش نہ آئے توجہ میسر نہیں آتی۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ
الحال۔

چند ماہ ہوئے کہ وہ عزیز نیچے اچکا ہے۔ البتہ ممکن طور پر مقام جذبہ مذکور میں داخل نہیں ہوا۔
اس مقام کی شان کا علم نہ ہونا اور توجہات کا منتشر ہونا اس کا نتیجہ ہے۔ امید ہے کہ ان بے جزاؤں
بے تریڈ کھاتے کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں مکمل داخل میسر آجائے گا۔ اس کے بعد حضرت
خواجہ احمد عزیز مکمل طور پر نیچے آئے گا۔

مکتوب نمبر (۱۶)

عروج و نزول وغیرہ کے حالات سکریان میں — یہ مکتوب نہیں اپنے
رشد بردار کو لکھا۔

احقر اللہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے آپ کے نواسہ اے بیچا نے

ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و شرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریریں و
 علوم کے بعض محتومات و مکملات بھی دلی میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ
 دے والا صرف عریضہ ہے کہ جی دوانہ ہو گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد کو جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال
 کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جوتیار ہر سکا تھا ارسال خدمت کیا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض وقتوں
 کی فرمائش پر میرا ہے۔ ان دونوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصاب لکھ جو اس طریقہ میں
 نفع مند ثابت ہوں اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ خدا ہے بغیر اور
 بیشتر البرکات ہے۔ رسالہ خدا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خالقیت علیہ الصلوٰۃ
 والسلام امت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست مبارک میں
 پکڑا ہوا ہے۔ اور کمال کرم و مہربانی سے اسے پس دے رہے ہیں اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح
 کے عقد نہ رکھنے چاہیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی وہ بہت
 نورانی اور متاثر تھی اور نادانوں جو وہ تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ائمہ کے دربر و کھڑی تھی۔
 یہ قصہ بہت دراز ہے۔ اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس
 محقر کو حکم دیا۔ ج

ہا کہ میاں کا رہا شدار نیست

کریم دگر کے لیے کوئی کام شکل نہیں

جس روز سے بندہ ملازمت سے الگ ہوا ہے مقام فوق کی طرف رغبت کے سبب مقام ارشاد
 سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا چند بار یہ ارادہ اور قصد بھی کیا کہ کسی گوشہ نشین الگ جگہ ہے۔ پیشانی
 کرنے والے لوگ میرا دشیر کی طرح نظر آتے تھے۔ عزت اور گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن
 استغفار اس کے مخالف نہ آیا۔ مارج قرب میں عروج استار کی استہار کو پہنچ چکا ہے جس کی کوئی مدد غایت
 نہیں یہ بھی پیسہ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ مجھے لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔ ہر دن وہ نئی شان و
 حالت میں ہے۔ تمام مشائخ کرام الا ان شاء اللہ کے مقامات سے بھی گزر واقع ہو چکا ہے۔

لکھے بروندہ نہیں و عزیزہ نیست بدایں درگاہ والا دست بردست

اس پست و عزیز سے ایک خاک کو اس درگاہ والا میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

اس دوران میں اگر مشائخ کرام کی درحالیات کی وسالت و مدد کا شمار کر دے تو بات بہت
 لمبی ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ اصل کے تمام مقامات سے نکل کے مقامات کی طرح گزار کر لے گئے غایات

ربانی کے متعلق کیا کہے۔ جو بھی مقبول و منظور ہوا، بلا علت و بلا سبب ہی منظور و مقبول ہوا۔ ولایت کے طریقے اور اس کے کمالات اس قدر دکھائے گئے ہیں کہ انہیں کس طرح تحریر میں لائے۔

ذوالجہ شریف کے معیت میں مروج نزول کی طرف مقام قلب تک نیچے آنا ہوا۔ یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ لیکن ابھی تک مکمل اور پروا کرنے والی چیزیں جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہیں، مزید درکار ہیں۔ دیکھیے کب میسر ہوں، معاملہ آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منازل طے کرنے پڑتے ہیں کہ مریدوں کو اگر عروج بھی مل جائے تو شاید طے نہ کر سکیں اور انہیں یہ میسر نہ آ سکے۔ بلکہ یہ درجہ اور طریقے مراد لوگوں کے ساتھ خاص ہیں۔ مریدوں کے لیے ان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ افراد کا انسانی مروج مقام اصل کی ابتدا تک ہے۔ بہت سے لوگ ادھر گزر نہیں سکتے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

مراتب تکمیل و ارشاد میں توقف اور رکھنے کی وجہ یہ ہے اور فرزانیت کا حاصل نہ ہر زانیب کی ظلمت کے فر کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور کسی بنا پر نہیں۔ لوگ اپنے خیالات میں بہت کچھ بچاتے رہتے ہیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

دریابہد مال چشتہ ریح کام پس سخن کو ناز باید و السلام

ماقص انسان چشتہ شغف کے معامل سے واقف نہیں ہو سکتا۔ غزلیات غم کرنی چاہیے۔ والسلام۔

اس قسم کے ظنی امور میں نقصان کا احتمال غالب ہے۔ اس جماعت کو فرما دیں کہ اس نسبت دل سے اپنے خیالات کی نظر پر مشیدہ کر لیں۔ نظر دوڑانے کی جگہیں اور محبت ہیں۔

من گم شدہ ام مرا جو شیدہ با گم شدگان سخن نگوشید

میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو۔ اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو۔

حضرت خداوندی سے خدا ناپا ہے۔ وہ کام جسے حق تعالیٰ کمال قرار دے اس کی تنقیح کو ناپا ہے ہی نامناسب ہے، بلکہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے ساتھ معارف اور مقابلہ ہے۔ اور مقام قلب میں نزول کرنا حقیقت یہ مقام فرق میں آنا ہے، جو مقام ارشاد ہے۔ اس جگہ مقام فرق سے مراد نفس کا روج اور روج کا نفس سے جدا ہونا ہے۔ اس کے بعد کہ نفس روج کے در میں داخل اور جمع تھا، جمع اور فرق کے بیان میں جو مفہوم اس سے ذائد ہر وہ سکری وجہ سے ہے۔ خدا تعالیٰ کو مخلوق سے جدا دیکھنا جسے اہل سکر مقام فرق خیالی کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ روج کو حق خیالی کہتے ہیں اور روج کو نفس سے جدا اور آگ دیکھنے کو حق تعالیٰ کا دیکھنا خیالی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلق سے پاک و منزہ ہے۔

ارباب جندہ کے اکثر علوم کا یہی حال ہے کیونکہ ان کے ان حقیقت عالمہ مفقود و معدوم ہے۔
معاذ سب کا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک دوسرے رسالے میں ارباب ہند و براہمنوں کے علوم
اور ان دونوں کی حقیقت تفصیل تحریر کر دی گئی ہے آپ کی نظر ہمارک سے ان شاء اللہ تعالیٰ گزرتے گا۔

مکتوب نمبر (۱۷)

بعض ایسے حالات کے بیان میں جو عروج و نزول سے قلعی رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ
کچھ اور اقوال کے بیان میں۔ — یہ مکتوب بھی اپنے سرشد بزرگوار کو لکھا۔

ادنیٰ ترین خدام کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ عزیز ہوا ایک عرصہ سے رکاوٹ تھا، تحریر کے دن ایسا
ظاہر ہوا کہ اسے اس مقام سے قدرے عروج حاصل ہوا ہے۔ اور بہت نیچے لاسٹے ہیں۔ لیکن مکمل طور پر
نزدلیں نہیں کیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس مقام کے نیچے تھے انہوں نے بھی عروج حاصل کر کے اسی مقام
فرق کے راستے نزول کی طرف رخ کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو کیفیت بھی ظاہر ہوگی عرض خدمت کر دی
جائے گی۔

اگر صاحب معاملہ اپنے الحکاشات حال کے بعد کچھ لکھے تو درستی کے بہت قریب ہے۔
چونکہ اس قضیہ نزول کا ظہور غری تھا اور اس حقیقہ کو حجاب بیٹنے کی وجہ سے لاعلمی اور صنعت
طاری تھا۔ آخر کار اس نزول کو اختیار نہ کر سکا۔ ایسا ہے کہ ان شاء اللہ اس کا ظہور بھی ہو جائے گا۔

مکتوب نمبر (۱۸)

تنگین کے بیان میں جو تکوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت کے تین مراتب کے
بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ واجب تعالیٰ کا جو اس کی ذات سے نادم ہے دیگر ذائقہ
کے بیان میں۔ — یہ مکتوب بھی اپنے سرشد بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کترین غلام پر تقصیر احمد بن عبد الامد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب تک احوال و روایات رُخ
رکھتے رہے قرآن کے عرض کرنے کی گستاخی اور جرات کرتا رہا۔ جب خدا تعالیٰ سبحانہ نے آپ کی
ہند قریب سے احوال کی غلامی سے آٹادی عفا کی اور تکوین کے ہدنگین سے مشرف فرمایا۔ تو

حاصل کار یہ ہے کہ سوائے حیرت و پریشانی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اور وصل سے فصل کے سوا اور قریب بعد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کسی بات میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس بنا پر عرض کیجئے اور مسائل کرنے میں توقف و رکاوٹ ہو گئی۔ اور صرف روزمرہ کی خبریں کھنے کی برائت نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دل پر پانچا اور سبوی اس قدر غالب ہو چکی ہے کہ کسی بھی کام میں سرگرمی نہیں ہے اور بے کار لوگوں کی طرح کوئی کام نہیں کر سکتا ہے

نہ پیچم و نہ نہ پیچ ہم بس بیارے

وز پیچ و کم از پیچ بناید کارے

ہیں بالکل پیچ بلکہ پیچ سے بھی بہت ہی کم ہوں پیچ اور پیچ سے بھی کم شخص سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔

حاصل بات کی طرف آتا ہوں :

عجب بات ہے کہ اب حق الیقین سے مجھے مشرف کیا گیا ہے کہ اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب اور پردہ نہیں ہیں۔ اور فنا اور فنا اس مقام میں جمع ہیں۔ یہ ناہیز عین حیرت اور بے نشانی میں علم و شعور سے متصف ہے۔ اور عین غیبت محض کا حکم رکھتی ہے۔ علم و معرفت کے باوجود جہل و نادانی کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں ہوا

عجب ایفست کہ من واصل و سرگرداںم

تعب توبہ ہے کہ نہی واصل بھی ہوں اور سرگرداں بھی

خدا تعالیٰ نے محض اپنی عزایت ہے کہ ان سے مدارج کمالات میں نزایات عطا فرمادی ہیں۔

مقام ولایت سے اور مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے واسطے اس طرح ہے جس طرح تخیل ووری تخیل ذاتی کے واسطے۔ بلکہ ان دو نسبتوں میں بعد و فاصلہ ان دو تخیلوں کے بعد و فاصلہ سے کئی مرتبہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام کے بعد و یقینیت کا مقام ہے اور وہ فرق و تفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جاسکے اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ مگر مقام نبوت حضور و در کائنات علیہ الصلوٰات و التسلیات۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف حضرت یحییٰ علیہ السلام سے معلوم ہو چکا ہے۔ بعض اہل الشہ نے جو ان دو مقاموں کے درمیان واسطہ بیان کیا ہے اور

اس کا نام قربت رکھا ہے، فقیر کو اس سے بھی مشرف کیا گیا ہے۔ اور اس مقام کی حقیقت پر بھی مطلع کیا گیا ہے۔

بہت توجہ اور بے شمار تفریح اور عاجزی کے بعد پہلے تو صرف اسی قدر ظاہر ہوا جس قدر بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ آخر لا محققیت کا علم بھی دے دیا گیا۔ ہاں نئی بات ضرور ہے کہ اس مقام حصول عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے لیکن اس کا واسطہ بنا محل تامل ہے۔ ظاہری ذات کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو تفصیل سے عرض کرے گا۔ وہ مقام قرب نہایت ہی بلند مقام ہے۔ خازن عروج میں اس مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ وجود کے ذات واجب تعالیٰ پر فنا نہ ہونے کی کیفیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ علامہ حق شکر اللہ تعالیٰ سیمسم کی تحقیق ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ اور عروج اس سے بھی اوپر واقع ہو جاتا ہے۔ ابراہیم کارم رکن الدین شریع علاؤ الدولہ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں فرق عالم الوجود عالم ملک الوجود و یعنی عالم وجود سے اوپر ملک الوجود و حق تعالیٰ کا عالم ہے۔ صدیقیت کا مقام مقامات بقائیں سے ہے جس کا سرخ عالم کی طرف ہے۔ اس سے بھی بہت نیچے مقام نبوت ہے جو حق الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال محمود و بقا کا مقام ہے۔ قرب کا مقام مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے درمیان برزخیت اور واسطہ کی بیاعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کا سرخ صرف تنزیہ کی طرف ہے اور تمام عروج سے اس کا تعلق ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

در پس آئینہ طوطی صفت داشتند

ہر چه استند ازل گفت بگریم گیم

مجھے طوطی کی طرح آئینے کے نیچے ہمارا دیا گیا ہے جو کہ انا و ازل کہتا ہے کہ تم میں وہ کہنا ہوں۔

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لیے ضروریہ کشفیہ کہہ دیا گیا ہے۔ علماء شریعت کے اصولوں سے بالکل برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔ انہیں علوم اجمالیہ کو تفصیلی کہہ دیا گیا ہے اور نظریہ (مخلع غور و فکر) سے ضرورت و بداهت کی طرف لایا گیا ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ ترو الا قدس سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اجمالی معرفت تفصیلی معرفت کی شکل اختیار کرے اور علوم استدلالی کشفی ہو جائیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہو جائیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ راہ سلوک میں بہت سے علوم و معارف و فہم ہوتے ہیں جن سے گزرا پڑتا ہے۔ جب تک نہایت انہایت تک ہر مقام صدیقیت

ہے کوئی نہ پہنچے ان علوم سے حصہ نہیں پا سکتا۔ کاش! میں جان لیتا کہ بعض اہل اللہ اس بات کے فائل
ہیں کہ انہیں یہ مقام شریف حاصل ہو چکا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہیں اس مقام کے علوم و معارف سے
کوئی مناسبت نہیں۔ تو وہ کس طرح اس کے فائل ہیں۔ اور ہر علم واسلے سے ادب و علم والا ہو کر رہے۔
اور مجھے مسئلہ قضاء قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔ اور یہ مسئلہ اس طرح مجھے بتایا گیا
ہے کہ بیشش شرع سے ذرا بھی مخالفت نہیں رکھتا۔ اور اس کی اس سے کوئی منافات لازم نہیں
آتی۔ اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور حیر کے شائبہ تک سے مبرا اور
منفرد ہے۔ اور اس طرح ظاہر و باہر سب جیسے چودھویں رات کا چاند۔

شعب کی بات ہے کہ اصول شریعت سے مخالفت نہ ہوتے کے باوجود اسے کیوں چرست پیدا رکھا گیا ہے۔ اگر مخالفت کا شائبہ ہوتا تو اقلیت انتفا اور پریشیدگی مناسب تھی۔ اور اقلیت تعالیٰ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی۔

کرا از جبره آنکه از بیم تر کشاید نه بان خفته به تسلیم تر

کس کی طاقت و قدرت ہے کہ تیرے خوف و ہیبت کے باعث تسلیم کے سوا، غرض کی زبان کھولے۔
 علوم و معارف کو سلاہ و ہار بارش کی طرح برسا رہے ہیں، ثبوت مدیکہ ان کے افعالی سے عاجز ہے
 قوت بدر کہ تو محض قیصر ہے۔ ورنہ بادشاہ کی عطاؤں کو بادشاہ کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔
 پہلے پہلے یہ شوق تھا کہ ان علوم غریبہ کو قید کتابت میں لے آئے۔ لیکن ترفیق نہ ملی سکی اور اس
 مادہ میں بوجہ محسوس کیا۔ آخر لام فصلی رہی گئی کہ ان علوم کے افانہ سے مقصود حصول علم ہے، یاد کرنا
 مقصود نہیں۔ جس طرح طالب علم تحصیل علوم اس مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ معلومات کا ملک حاصل
 کر لیں۔ صرف و نحو وغیرہ علوم کے قواعد و اصول ضبط کرنا مقصود نہیں۔ مگر ان علوم میں سے کچھ علوم
 عرض کرنا ہے۔

اگر جس شخص نے یہ فرمایا ہے :

قبس کوئی ایسی شے ہے جو اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے۔
اس کلام کا ابتدائی حصہ قرنزہ محض کے اثبات کے لیے ہے، جیسا کہ خود ظاہر ہے۔ اور دوسرا حصہ
الہیہ کے الفاظ قرنزہ کی تکمیل و اتمام کے لیے ہیں۔

اس کا بیان اس طرح ہے کہ جب ثبوت سمیع و بصیر عالم کے ساتھ ثبوت محاسنات کا وہم و افتاب ہے۔ اگرچہ کچھ قدر سے جی نہ ترانہ تعالیٰ نے اس وہم کو مٹا دینے کے لیے غفارت سے سمیع و بصیر کا اسی قرارداد

یعنی صرف وہی ذات جل شانہ سمیع و بصیر ہے۔ وہ سمیع و بصیر جو مخلوق میں پائی جاتی ہے اس کا دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں۔ مخلوق میں ان دو صفات کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمیع و بصیر پیدا کرنا ہے مخلوق سننے اور دیکھنے کا کام لیتی ہے۔ اور یہ بھی عادت الہی کے جاری ہونے کے مطابق ہے۔ بغیر اس کے کہ مخلوقات کی صفات کی اس میں تاثیر ضرور۔ اور اگر تاثیر تسلیم بھی کی جائے تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی پیدا شدہ ہے۔ لہذا جس طرح مخلوق کی ذوات جماد معنی ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد معنی ہیں۔ جس طرح صاحب قدرت معنی اپنی قدرت سے پتھر میں صفت کلام پیدا کر رہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ فی الحقیقت پتھر کلام کر رہا ہے اور اس میں صفت کلام موجود ہے جس طرح پتھر جماد معنی ہے اسی طرح یہ صفت اگر فرض کر لی جائے تو وہ بھی جماد معنی ہی ہے۔ حدود و آواز کے پیدا ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح کی ہیں غایتہ ما فی البطلان اتنی بات ہے کہ یہ دو صفات جو کہ زیادہ ظاہر تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی تصریح سے فرمائی۔ اس سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ ہر جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے صفت علم پیدا فرمائی اس کے بعد اس کی طرف توجہ پیدا فرمائی۔ اس کے بعد معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا فرمایا۔ اس کے بعد معلوم کو اس پر شکستہ کر دیا۔ پھر اس میں صفت علم پیدا فرمانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق اس میں انکشاف پیدا فرمایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ علم کا انکشاف میں کیا دخل ہے۔

اسی طرح پہلے صفت سمیع پیدا فرمائی، پھر کان لگانا، پھر سموع کی طرف توجہ، پھر سمعنا، پھر سموع شے کا ادراک۔

اسی طرح پہلے بصر کو پیدا فرمایا، پھر پتلی کا گھمانا، پھر دکھائی دینے والی چیز کی طرف توجہ۔ اس کے بعد دیکھنا پیدا فرمایا۔ پھر اس دیکھی جانے والی شے کا ادراک۔ علیٰ هذا القیاس۔

سمیع و بصیر در حقیقت وہ ذات ہے جس کے سمع اور رویت کا مبداء یہ دو صفات ہیں اور مخلوق میں ایسا کوئی نہیں تو مخلوق میں کوئی در حقیقت سمیع و بصیر بھی نہیں۔

اس گفت گری سے ثابت ہو گیا کہ مخلوق کی صفات بھی اس کی ذوات کی طرح جماد معنی ہیں۔ تو آیہ کریمہ کے آخری الفاظ سے مقصود مخلوقات کی صفات کی بالکل نفی ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ ان کی بھی صفات ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ثابت ہیں مگر تشبیہ و تمثیل کا اجتماع لازم آنے بد قسم آیت کہ یہ مکمل طور پر تمثیل کے اثبات اور تشبیہ کی نفی کے لیے ہے۔

علم اول یعنی ان کی صفات کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اثبات اور ان کی ذوات کو جماد محض علنا اور ذوات کو پنا لے اور کر زے کی طرح تصور کرنا کہ ان سے پانی صرف ظاہر جزا ہے مقام ولایت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں سے ہے۔ اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جماد کی طرح جاننا اور ان کو مکمل طور پر بے علم جاننا جب کہ وارد ہوا ہے:

إِنَّكَ بِمَيْتَةٍ قَرَأْتَهُمْ مَيِّتُونَ
تو بھی میت ہے اور وہ بھی مردے ہیں۔

یہ علم ثانی مقام شہادت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں سے ہے۔

اس جگہ بھی کچھ فرق دونوں مقاموں کے درمیان سمجھا جاتا ہے۔ تصور ہی چیز زیادہ پر ولایت کرتی ہے اور ایک گھونٹ بڑے سمندر پر ولایت کرتا ہے۔ مع

سائے کہ نگر ستا از بہار شہد است

سناں کا اچھا ہونا اس کے موسم بہار کے اچھا ہونے کی وجہ سے

اس طرح اس بلند مقام والے افعال مخلوقات کو بھی میت اور جماد کی طرح پاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے افعال کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ لاتے ہیں اور ان افعال کا فاعل حق سبحانہ کہ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پتھر کو حرکت دے اور اس کو جنبش میں لائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شخص جنبش و حرکت میں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا یہ شخص پتھر میں حرکت کا سوجدہ اور حرکت پتھر میں ہے۔ اس کے ساتھ جس طرح پتھر جماد محض ہے اس کی حرکت بھی جماد محض ہے۔ بالغرض اگر کوئی شخص اس پتھر کی حرکت سے ہلاک ہو جائے تو یہ نہیں کہتے کہ اس پتھر نے ہلاک کیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے ہلاک کیا ہے۔ اور علمائے شریعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کا قول اس علم کے موافق ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق سے افعال کا صدور اگرچہ ارادہ اور اختیار سے ہے مگر ان کا مفعول حق تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع ہے اور ان کے افعال کو اس کی مصونیت و مخلوقیت میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال محض پسند و حرکت ہیں۔ مخلوق و محمول کی معمولیت میں ان کی تعلق کوئی تاثر نہیں اس پار یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اس صورت میں افعال مخلوقات کو تراب و عذاب کا باعث قرار دینا غیر معقول بات ہے۔ یہ تو بالکل اس طرح ہوا جیسے پتھر کو کسی امر کا سبب قرار دیں اور اس کے فعل پاس کی مدح یا مذمت کریں۔

اس شبہ کے اندازے کے لیے میں کہتا ہوں کہ مختصر اور مکلفین میں فرق ہے۔ کہو کہ ہمارے تکلیف قدرت عارادہ ہے۔ اور مختصر میں کوئی ارادہ نہیں لیکن چونکہ مکلفین میں بھی ارادہ حق تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ حصول مراد میں ان کے ارادے کی کوئی تاثیر نہیں تو وہ ارادہ بھی نیست کی طرح ہے۔ اس نے صرف اتنا کام کیا کہ ارادہ کے موجود ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے حسبِ عادت اس شے کو پیدا فرمایا۔ اور اگر قدرت کو کسی قدر اثر نہ ہو بھی نہیں جیسا کہ علماء ارادہ النہر شاکہ اللہ سبغہ کھنڈے فرمایا ہے۔ جب بھی ان میں تاثیر تو حق تعالیٰ نے ہی پیدا کی ہے جس طرح بھی۔ اس نے پیدا کی ہے۔ اس کی تاثیر بھی بالکل بلا اختیار ہے تو اس کی تاثیر بھی عباد کی طرح ہے۔

مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کسی کی حرکت دینے سے اوپر سے نیچے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ پتھر کسی میدان کو لگا اور اسے ہلکا کر دیا۔ تو وہ شخص بس طرح اس میدان کو ہمارا جانتا ہے ہلکا ہلکا ہی ہر اس کی حرکت کو بھی عباد ہی جانتا ہے اور اس سے بوجہ اثر مزید ہوا ہے یعنی ہلکا کر اسے بھی محدود ہی جانتا ہے۔ لہذا ذوات، صفات اور افعال مخلوقات سب کے سب نہ۔ مختار اور اسوات۔ لہذا ہیں۔ پس ہر ذی ذات حق و قیوم اور وسیع و بصیر ہے۔ اور علیم و خیر اور سچے ارادے کے صاحب ہیں جو ہر جہ کے لئے والی ہے۔ آپ فرمادیں:

”اگر تمام سمندر میرے رب کے کلمات کے جیسے سیاحان بن جائیں تو سمندر فتنم ہوتا نہیں گئے

مگر میرے رب کے کلمات فتنم نہ ہوں گے۔ اگر آتش ہی باور سمندر نہ ہو لہذا نہ میں نہ

بست گستاخی کر دی سے اور بے مدجرات واقع ہو گئی ہے۔ کیا کر۔ بات کی اہمائی نے جو چین مطلق و حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس سے بات پر ارادہ کر دیا سے کہ حق اور سلسلہ کام جس قدر دردناک ہو جائے، اٹھائی ہے۔ اور یہ فقیر امن ذات کی طرف سے جو کچھ کہتا ہے بہت خوب دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باوجود اپنے آپ کے لیے کچھ خواہش نہیں پانا کہ ان کی طرف سے بات کرے یا اس کا نام نہ بان پر دے سے

ہزار بار مشہد ختم و جن مشک و گلاب

ہزار نام تر گفتن مرا نے شاید

میں نے ہزار بار پانہ مشک و گلاب سے دھویا۔ پھر بھی میں نیز نام لینے کے لائق نہیں۔ حق

بندہ باید کہ مدخود و ماند

بندہ کو چاہیے کہ اپنی حمد کو چھپائے

عنایت اور نوحہ کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کے متعلق کیا عرض کرے۔ اپنے اندر بڑی نایاب بات بھی پاتا ہے۔ آپ کی ترجمہ عالی سے ہی پاتا ہے۔ ورنہ بخ
من ہماں احمد یارینہ کہ مستقیم مستقیم
میں رہی پرانا احمد یوں جو تھا۔

میاں شاہ حسین فرجید و بروجی کا راستہ دکھانا ہے اور اس میں خطا ٹھکانا ہے۔ دل میں آتا ہے
اسے نکالی کہ حیرت کی طرف لایا جائے، جو مقصد وہ ہے۔

محمد صادق پچھن کی وجہ سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا، اگر کسی سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقیات
حاصل کرے۔ دامن پیمانہ کی سیر میں ہمراہ تھا تو اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مقام جہت میں غوطہ لگا چکا
ہے۔ اور جہت میں فقیر کے ساتھ ہر درجہ مناسبت رکھتا ہے شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے بہت ترقی
کر چکا ہے۔

اس فقیر کے خوشیوں میں سے ایک نوجوان ہے جس کا حال بہت اچھا ہے، تعلیمات برقیہ کے
نزدیک ہے اور پوری طرح مستعد ہے۔

مکتوب نمبر (۱۹)

بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں، یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا:
حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک شخص شکر سے آیا ہے۔ اس سہ بنایا ہے وہی اور
سرہند کے وظیفہ لینے والے فقراء کے وظائف کی مقدار جو فصل خریف سے تعلق رکھتی ہے، اس بلند
درگاہ کے حاکموں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ تحقیق حق کے بعد مستحقین تک پہنچا دیں، اس سہاویہ
گستاخی کی جا رہی ہے کہ فصل لانے کے ہزاروں کے شیخ ابوالحسن حافظ اور صاحب علم کے لیے اور ہزار
کے شیخ شاہ محمد حافظ کے نام پر سرکار نواب شیخ کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ دونوں مذکورہ حضرات
زندہ اور قائم ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی شبہ نہیں، انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہے جو با اعتماد ہے
اگواس خبر کو صحیح تسلیم کر لیں تو ان دونوں کے وظیفے کی رقم اس عرصہ کے واسطے کے حوالے کر دیں۔ یہ
دونوں حضرات اس وقت سرہند میں ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۰)

یہ خط بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔
 محترم ترین خادم کی عرضداشت جلیلہ اللہ سرچندی کی والدہ اور اس کی زوجہ منکومہ اور
 دوسرے خادموں کے وظائف کے بارے میں۔ تحریر کردہ عرضینہ کے اندر اس بندہ درگاہ کے
 خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر ان کے وظائف کی رقم دہلی میں آچکی ہو تو سرانجام علی کو
 فرمادیں کہ ان کی تسلی کر دیں۔ ان میں سے بعض کا لڑکا اور صاحبانہ آپ کے ہیں۔ اگر سلفیات نہ آئے ہوں
 تو بھی چونکہ مذکورہ حضرات زندہ اور قائم موجود ہیں، ان کے پروا منجات کی تصحیح فرمادیں۔ زیادہ
 گستاخی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۱)

درجات ولایت فاعلمک ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتمیذ کے بارے
 میں۔ نیز طریقہ تمشید علیہ قدس سرہم کی مدح و ثنا اور ان کی نسبت کی بلندی اور دوسرے
 تمام مسائل سے افضل جوئے اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دافنی ہے شیخ محمد بنی ولد حاجی نادر
 موسیٰ لاہوری کی طرف لکھا گیا۔

آپ کا مکتوب شریف و لطیف اس جہد ضعیف و نحیف کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر ثواب
 کو عظیم کرے، تمہارے کام آسان کرے، تمہیں شرح صدر نصیب فرمائے اور تمہارے بندہ قبول کرنے بکرت
 سید البشر جو بصر کی کمی سے پاک و مطہر ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔
 میرے بھائی خواتین معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ موت جو حتمی نوبت سے چلتے ہے جیسے اہل اللہ
 کے ہاں فنا سے تعبیر کرتے ہیں حاصل نہ ہو اس پاک جناب تک وصال میسر نہیں آسکتا۔ بلکہ آفاق سے تعلق
 رکھنے والے سمجھوان باطلہ اور نفسانی خواہشات کے انہوں کی عبادت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی
 اور نہ اس وقت تک حقیقت اسلام اور کمال ایمان میسر آسکتا ہے۔ تو مقبولی بدن کے گروہ اور فنا
 کے درجے میں بندہ کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ احوار ولایت میں یہ فنا پہلا قدم ہے جو رکھا جاتا ہے

اور یہ سب پہلا کمال ہے جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے، اول ولایت سے اس کے آخر کا حال اس کی ابتداء سے اس کی انتہاء کو قیاس کرنا چاہیے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے شیخ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا ہر سے باغ کی عنانی سے میری سبار کا اندازہ کرو اور فارسی میں یوں بھی کہا گیا ہے سے

مسلمے کہ حرکت از بہار نشی پیداست

مسلمی کی خول اس کی بہار کی خول کی وجہ سے ہے

اور نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ السلام علیٰ جمیع آخراتہ من الصلوات و انما من التیمات ایمنہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء و صفات شہدوں را اعتبارات کا نہ بطور مجاز اور نہ بطور سلب کرنی اعتبار نہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور علم و عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجود درجگان میں نہیں بلکہ نقیضاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں میں سے کالمیں کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نامور الوجود و مقام سے عطا ہوتا ہے۔

تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔

اور اکثر مشائخ و محرم اللہ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے۔ یعنی حضرت ذات جل سلطانہ سے تمام حجابات کا اٹھ جانا۔ بکلی کی طرح حضور سے وقت کے لیے ہوتا ہے۔ پھر اسماء و صفات کے پورے ٹکڑے دیے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شمعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ تو حضور ذاتی بکلی کی مانند ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ اور ان مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا ان اکابر کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت دینی ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارات میں واقع ہو چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔ اور نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کا لین کے طریقہ میں ابتداء و انتہا میں درج ہے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پاس گئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے۔ اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و رسول علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء و ائمہ اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو مالا لکنہ ان اکابر فقہین و قاضی اسرار ہم کی ولایت حدیثی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں دوسرے سلسلہ کے بعض کا لین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوتی ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجتہ شریف پہنچا تھا۔ جیسا کہ صاحب نفحات رسولنا جامی قدس سرہ نے نقل کیا ہے۔

اس طریقہ فقہین و قاضی کے ان بعض کی ولایت کے اظہار سے قصور و اہمال ان فقر کو اس طریقہ کی طرف رغبت و دلالت ہے۔ ورنہ میں اس سلسلہ کے کمالات کی شرح کہاں کر سکتا ہوں۔ مولوی معنوی ششوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

شرح اوصیعت باہل جہاں ہمیں راز عشق باید در نہاں
لیک گفتم و صفت از تاراج برند پیش از ان کہ فوت او حسرت بخورند

اس کی شرح اہل جہاں کے سامنے گزرا ظلم و ستم ہے۔ جس طرح راز عشق پوشیدہ ہی رہے تو ہتر ہے۔ لیکن اس کی صفت اس ہے بیان کر دی ہے تاکہ لوگ اس راہ کو اختیار کریں۔ اس سے قبل کہ اس کے فوت اور ہاتھ سے نکل جائے کے بعد حسرت اور افسوس کریں۔

آپ کو سلام علیکم اور ان تمام کو جو ہدایت کے پیروکار ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۲)

روح اور نفس کے درمیان ربط و تعلق اور ان کے عروج و نزول اور فنا و جسمی و روحی اور ان دونوں کے بقا اور مقام و حرکت اور اولیاء کرام میں سے ذات حق میں ہی تسلسلہ اور ساتھ فرق شدہ اور

دعوت کی حرمت و جوع کرنے والے اولیا کو ہم ایک درمیان فتنے کے بیان ہیں۔ شیخ عبدالمید
بن شیخ محمد معنی لاہوری کی طرف سے لکھا۔

وہ ذات پاک ہے جس نے تو رے ظلمت کو چمک کر دیا۔ اور لامکانی جہت سے سہرا کو ممکن بننے کے
ساتھ جو جہت میں موجود ہے، لا دیا تو نور کے لیے ظلمت کو محسوس بنا دیا اور نور کو ظلمت پر عاشق کر
دیا۔ نور کا ظلمت کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ تعلق اور ربط قائم کر دیا تاکہ اس طرح نور کی جلا دیں
مزید نور آئینہ پیدا ہو جائے۔ اور ظلمت کے ساتھ نور کے باعث نور کی صفائی و رہ کمال کو پہنچ جائے
جس طرح آئینہ کو جب خوب صاف اور صیقل کرنا اور اس کی لطافت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اولاً
شیشہ پر مٹی ڈالتے ہیں تاکہ مٹی کی ظلمت اس کے ساتھ لگنے سے اس کی خوب صفائی ہو اور کثافت یعنی
کے تعلق سے اس کی رونق دور ہوا ہو۔

تو اس نور کو پہلے جو مشہور قدسی حاصل تھا یا اس کو قبول کیا۔ بلکہ اپنے عشقِ ظلمانی میں مستغرق اور
بیکل جسمانی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ نور اپنی ذات اور توانیہ میں خود کو بھی فراموش کر گیا۔ اور اس کے
ساتھ صعبت اور ہم نشینی کے باعث اصحابِ ششمہ میں سے ہو گیا۔ اور اس کی مجاہدت اور پُرس کی
وجہ سے اصحابِ سیمہ کی کرامات کو بھی ضائع کر گیا۔ تو اگر اسی مستغرق کی تنگی میں پڑا رہا اور نقصان
اطلاق کی طرف نہ نکلا تو اس پر افسوس اور بہت افسوس کیر نکد اسے قصور و مسرتہ آسکا اور اپنی استعداد
کا جو حصہ ضائع کر دیا تو دور کی گراہی میں جا پڑا۔ اور اگر مٹی اس کی طرف سے بے رغبت کر کے آگئی۔ اور اعلیٰ درجے
کی عنایت اس کے شامل حال ہو گئی۔ اور اس نے سر اٹھایا۔ اور جس کو گم کر چکا تھا لیا اور یہ کہتے ہوئے
اٹھے پاؤں لٹکایا۔

ایلیک یا حنیفتی حبیبی و معتمدی ان حسیں قوہ رانی تریب و حجت اسما

بے میری آرزو امیر راج اور عمرہ تیری ہی طرف ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگ خاک اور پتھر کی مثال
کی طرف جھک جاتے ہیں۔

اور اگر احسن طریقہ بر مظلوم مقدس کے شاہدہ میں دوبارہ مستغرق حاصل ہو گیا۔ تو اس وقت
ظلمت نور کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور نور کے غالب، نور میں درج ہو جاتی ہے۔ جب یہ مستغرق
اس حد کو پہنچتا ہے کہ اپنے ظلمانی تعلق کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور ایسا شمس اپنے نفس بندہ کے
توانیہ موجود سے بھی کھینچتا ہے خبر ہو جاتا ہے۔ اور نور انوار کے شاہدہ میں ہلاک ہو جاتا ہے اور پردوں
کے پیچھے کے مطلب کا حضور نصیب ہو جاتا ہے تو فنا جسمانی اور روحانی سے شرف ہو جاتا ہے۔

اوداگر اسے فنا کے بعد اس مشہور کے ساتھ بقا بھی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے فنا و بقا کی دو چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس وقت ہر ولایت کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا حال وہ باترین سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو بالکل دائماً مشہور میں استغراق و استملاک ہو جاتا ہے یا بالخلق کو خدا کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا باطن تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اس وقت نور اس میں پائی جانے والی ظلمت سے خلا میں پاتا ہے اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاصی کے باعث وہ اصحابِ یمن میں سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں اگرچہ یمن و شمال کچھ بھی فی الحقیقت نہیں ہے۔ پھر بھی یمن اس کے حال و گمان کے زیادہ مناسب و اولیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جنتِ خیر کا جامع ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے یمن و شمال میں درجہ برکت دونوں میں مشترک ہیں۔ جیسا کہ واجب تعالیٰ عز شانہ کی نشان میں واقع ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ یمن ہیں۔ اور یہ ظلمت اس نور سے مقامِ عبادت اور اداس طاعت کے مقام میں آتا ہے اور نور لا سکا فی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اس کا خلاصہ اور ظلمت جو جنت سے مفید ہے اس سے نفس مراد ہے۔ اسی طرح باطن سے روح اور ظاہر سے نفس مراد ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اولیاء مستملکین (ذاتہ حق میں مستغرق) کہ بھی اس عالم کا شعور ہوتا ہے اور ان کی بھی اس جہان کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اپنے حق تعالیٰ سے غلط طویل جول رکھتے ہیں تو پھر استملاک اور عالم قدس کی طرف دائماً بالکل توجہ رہنے کے کیا معنی ہیں اور ان اولیاء مستملکین اور دعوت و ارشاد کے لیے رجوع کر وہ اولیاء کرام کے درمیان کیا فرق ہوگا؟

فہم اس شبہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ استملاک اور بالکلیہ توجہ نفس کے انوار روح میں درج ہونے کے بعد نفس اور روح کی دونوں توجہ سے عبادت ہے، جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کر چکا ہے۔ اور جہاں اور اس جیسی چیزوں کا شعور حساس، ثورنی اور جوارح سے ہوتا ہے جو نفس کے لیے بمنزلہ تفصیل ہیں قرآن اولیاء مستملکین کا عمل اور خلاصی یافتہ باطنی حصہ تو مطلق مشہور کے اندر اور روح کے ضمن میں مستملک و قافی ہوتا ہے اور ان کی تفصیل شعور سابق پر ہی باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی فتور و لافقی نہیں ہوتا۔ بخلاف ان اولیاء کرام کے جو دعوت و ارشاد کی خاطر جہان کی طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نفس مطمئنہ ہونے کے بعد دعوت کے لیے انوار روح سے نکل آتا ہے اور اسے اس وقت اس عالم سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب اس کی دعوت مقامِ اجابت میں آجاتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ نفس درجہ اجمالی میں ہے اور حواس وغیرہ درجہ تفصیل میں، تو اس کی وجہ

یہ ہے کہ نفس کا تعلق قلب صغیری سے ہے۔ اور حقیقت جاسعہ قلبیہ کے واسطے سے روح کا تعلق اس سے ہے۔ اور روح کی طرف سے وارد ہونے والے فیوض آدلاف نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر اس سے تفصیل کے ساتھ قرنی اور جوارح تک پہنچتے ہیں۔ قرآن و حواس و عقلی کا اجمالی طور پر خلاصہ نفس میں موجود ہوتا ہے۔ لہذا اس تحقیق سے دونوں قسم کے اولیاء کرام کے درمیان فرق ظاہر و واضح ہو گیا۔

اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ ارباب شکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحر میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسب حال ہے اور دوسرا ثروت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کرامات اور ایاء سے مشرف کرے اور کمال متابعیت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اعلیٰ نبینا وعلیہم اجمعین بخوانہ من الملئکۃ المقربین والعباد الصالحین الی یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین۔

کاتب المحروف اگرچہ علمی ہر سہ کی وجہ سے عربی جیسی چارے نہیں جانتا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقہ الامارہ پر ہی تحریر کر دیا گیا۔ سلام ہے مہر کلام۔

مکتوب نمبر (۲۳)

پیرزاتق سے طریقہ اخذ کرنے سے روکنے اور اس کے نقصان و ضرر اور اہل کفر سے مشابہت انساب سے منع کرنے کے بیان میں۔ — عبد الرحیم الشنہ بخان خانان کے خط کے جواب میں اس کی طرف ارسال کیا گیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل و قال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے۔ اور اس علم سے اپنی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔ پھر تریسید البشر جمع ہر کائنات اور گروہ کی طرف مبہوش ہوئے ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

باسادات و باعزائت برادر نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے تمہاری جناب کا حال نقل کیا جو نقل کیا۔ قرص نے یہ شعر پڑھا ہے

اھلاً للشدی والرسول وحیداً
وجہ الرسولی لھب وجہ العرسل

ترجمہ: اسے سُندھی (مستشرق) اور اسے اس کے قاصداً، پتہ اہل میں تشریف لائے ہو۔ اور تبارک
طرف سے آئے واسے قاصداً کچھ اس قدر حسین ہے۔ کیونکہ روانہ کرنے والے کا جسم بڑا
محبوب ہے۔

اسے نمودگانا کے لائق برادر عزیز! اللہ تعالیٰ ہمیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ ہمیں معلوم ہونا
چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھینٹی ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ برپا اور زمین استعداد کو غالی
رکھا اور ختم اعمال کو ضائع کر دیا۔

اور یہ بھی جانا چاہیے کہ زمین کو ضائع کرنا اور غالی رکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ
ہوئے۔ دوسرا یہ کہ اس میں خبیث اور ردی ختم نہ لائے۔ بیج ضائع کرنے کی یہ دوسری قسم فساد
میں پہلی قسم سے بہت زیادہ ہے، جیسا کہ مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اور بیج کی غرالی اور فساد یہ ہے
کہ انسان پیرناقص سے اخذ طریقہ کرے اور اس کے راستہ پر چلے۔ کیونکہ پیرناقص اپنی خواہش
نفس کا تابع اور پیروکار ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں خواہش اور ہوائے نفسانی کی آمیزش ہو وہ
نثر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اثر کرے گی بھی تو خواہش نفس کی ہی معاونت کرے گی۔ تو اس طرح تباہی کی
پر تباہی کی میں اضافہ ہو گا۔

دوسری غرالی یہ ہے کہ پیرناقص اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے
والے راستوں میں تمیز و فرق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اب تک غیر حاصل ہے۔ نیز یہ پیرناقص طاہر
کی مختلف استعدادوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور جب مرق ہند (سیرافسی) اور طریق سلوک (سیرافانی)
میں تمیز نہیں کر سکتا تو ہمیں ممکن ہے کہ ایک طالب کی استعداد طریق جذبہ سے مناسبت رکھتی ہو اور
ابتداءً حال میں طریق سلوک سے مناسبت نہ ہو۔ اور پیرناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں
تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداءً سے طریقہ سلوک پر چلاوے، تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے۔
جس طرح خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

پس شیخ کاٹل کالی کرنے والا جب اس طالب کی تربیت کا ارادہ کرے گا، اور اسے راہِ عرفان
پر چڑھانا چاہے گا، تو اولاً اسے پیرناقص کی پیدا کردہ غرالی اور پیرناقص کے سبب پیدا شدہ فساد کی
اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد اس کی زمین استعداد کے مطابق صلاح اور مناسب بیج ڈالنا
تب جا کر اچھے پودے اگیں گے۔

جمیٹ و ردی کلک حال خبیث اور ردی و رخت

مکتوبات و فتاویٰ مولانا محمد امجد علی

بِجَنَّتْ مِنْ كَوْنِي أَسْرَجِي مَا تَقِيَّ
کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اٹھیں گی
مِنْ شَرَابٍ - جو اس کے لیے کوئی قرار و استقامت نہ ہو۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ
اور ایسے کلمے کا حال ایسے درخت کی طرح
طَيِّبَةٍ أَهْلُهَا نَجَاتٌ مِّنْ عَذَابِهَا
ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط اور ثابت ہو
الَّتِي تَقِيَّ
اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

پس کامل کمال بنانے والے شیخ کی محبت گہریت احمد و سرخ گندھک ہے۔ اس کی نظر دو اور
اس کی باتیں شغافیں۔ اور اس کے بغیر تو غار دار درخت پر باغیر پھرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
اور قہر شریعت محمد صلی علیہ وسلم علیہا الصلوٰۃ والسلام راغبہ کے طریقہ پر قائم اور ثابت رکھے۔ کیونکہ
ثنا بہت شریعت ہی اصل کار اور مدار ثبات، اساطیر سعادت ہے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے
محمد عونی کا بروخی ہر دو سراست۔

کیسے ناک درخش نیست ناک بر سر او

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دنیا اور آخرت دونوں کے سردار ہیں جو شخص آپ کے دروازے
کی خاک نہیں چٹا چاہتا اس کے سر پر خاک پڑے (وہ ذلیل و نامراد ہو)

ہم اس مقالے کے حضور سید المرسلین کی صلوات پر ختم کرتے ہیں۔ آپ پر تسلیات، تحیات،
اور برکات کا نزول ہوتا رہے۔

الثمۃ :

کہاں تعجب کی بات یہ ہے کہ براہد باسعادت نے نقل کیا ہے کہ اس کے ہم نشینوں میں سے
بعض ایسے فاضل شعراء ہیں جنہوں نے اشعار میں اپنا لقب کفری رکھا ہوا ہے۔ مثلاً لکھنوی شاعر ساد
عظام اور نقیبائے بہتر کلام میں سے ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے اس بین المشافدہ بڑے
اسم پر کس چیز نے پرکھتے کیا ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس بڑے نام سے شیر سے
بھی زیادہ بڑا لگے اور اس سے پوری طرح نفرت و کراہت کرے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا معنی دونوں
اللہ سبحانہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ناپسندیدہ معنوں میں۔ مسلمانوں کو تو علم
ہے کہ اہل کفر سے عداوت رکھیں اور ان پر سختی کریں۔ لہذا ایسے بڑے اسم سے احتراز و پرہیز ضروری
اور واجب ہے۔

اور بعض شایخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں غلبہ سکر میں جو کفر کی مدح اور تائید

و غیرہ باندھنے کی ترغیب و مانع ہوتی ہے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے۔ کیونکہ سقوں کا کلام ٹھیک معنی پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور ظاہری اور قریب القسم معنی پر حمل نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلبہ ٹکڑے کے باعث ان منوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقت اسلام حقیق کی نسبت سراسر نقص اور خراب ہے۔ اور غیر مست اور غیر مغلوب الحال لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں ان کے نزدیک اور اہل شرع کے نزدیک بھی قطعاً غیر معذور ہیں کیونکہ ہر شے کا ایک موسم اور وقت خاص ہوتا ہے کہ اس وقت میں وہ شے اچھی اور گوارا ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں وہی شے قبیح اور جاتی ہے۔ اور عقلمندانیکہ وقت کو دوسرے وقت پر قیاس نہیں کرتا۔ لہذا میری طرف سے انہیں کہیں کہ وہ اس لقب کو بدل کر کوئی اچھا اور اسلامی لقب اختیار کریں کیونکہ مسلمان کے حال و حال کے موافق کوئی اسلامی لقب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ دین کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اور نعمت اور برائی کے مقامات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس کا حکم ہے :

إِنَّمَا هِيَ مِنْ مَوَاضِعِ التَّهْمَةِ تمت کے مقامات سے بچو۔

نہایت سچا اور بے شمار کلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ مومن عباد مشرک آزاد سے بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ أَتٰهُمُ الرَّحْمٰنُ ہر شیخ پر رحمت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۲۴)

اس امر کے بیان میں کہ عمر بنی کا شیوہ اور بات ہے۔ اور وہی کا خلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور بہت فراق کا غم و محبوب کی طرف سے آنے والے رنج و انجام کو بابرگزینا ہے۔ اور مقررین اور اہل جہاد کے فرقہ اور ادیان ستمگین اور دعوت و امر شامہ پر مامور اور ایام کے درمیان فرقہ و امتیاز کے بیان میں ——— محمد علی علیہ السلام کی طرف ارسال فرماتا ہے حضرت سید المرسلین علیہ السلام کی صلوات و التسلیمات اللہ سبحانہ و تعالیٰ تعین سلامت رکھے اور خیر و عافیت عطا فرمائے۔

انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ زورہ شخص بہت ہی مبارک

ہے جس نے اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ کسی کی محبت باقی نہیں رکھی، اور جس کی مراد اور مقصد و چون باندہ و مقصد ذات ہر چکل ہے۔

تو ایسا شخص فی الحقیقہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگرچہ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور ضرورتاً مخلوق کے ساتھ مشغول و مصروف ہو یہی کائن یا حق تعالیٰ کی نشان ہے۔ کائن یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والا۔ یا حق یعنی حقیقہ مخلوق سے جدا اور الگ ہونے والا۔ یا کائن سے مراد ہے ضرورتاً مخلوق کے ساتھ ہونے والا اور یا حق یعنی فی الحقیقہ ان سے الگ اور جدا۔ اور قلب کی محبت ایک سے زیادہ استیلاء کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تو سب تک اس کا تعلق جتنی اس ایک کے ساتھ رہے گا اس کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اور یہ جو انسان کی محبت مرادیں اور کثیر اشیا، مثلاً مال، اور دوسروں کی مدح، لوگوں کے سامنے بندگی، تہذیب کے ساتھ تعلق محبت محسوس ہوتا ہے، تو یہاں بھی فی الواقع اس کا محبوب ایک ہی ہے۔ اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ان سب کے ساتھ محبت اپنے نفس کے ساتھ محبت کی فروعات میں۔ کیونکہ ان اشیا کی چاہت اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ بذات خود ان اشیا کے ساتھ۔ تو جب اس کی اپنے نفس سے محبت ختم ہو گئی تو بالتحق ان اشیا کے ساتھ محبت بھی ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان انسان کا اپنا نفس ہی حجاب ہے۔ دوسری کائنات حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کائنات بندے کی مراد و مطلوب نہیں تاکہ حجاب بنے۔ بلکہ بندے کی مراد اور اس کا مطلوب خود اس کا اپنا نفس ہے۔ لہذا فی الواقع وہی حجاب بھی ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس کی چاہتوں سے بالکل غالی نہ ہو رب تعالیٰ کو اپنا مطلوب و مراد نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی دولت فنا و مطلق کے ساتھ ہی متحقق و موجود ہو سکتی ہے۔ اور یہ فنا و مطلق فحقی ذاتی سے وابستہ ہے کیونکہ غلطات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اٹھنا اسی وقت مقصود ہو سکتا ہے جب سوچ پورے طور پر شروع ہو کہ چھیننا شروع کر دے۔ تو جب یہ محبت جسے محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں حاصل ہو جاتی ہے تو محبت کے نزدیک محبوب کی طرف سے ہونے والے اتصالات اور اس کی طرف سے آنے والے مصائب و آلام برابر حقیقت اختیار کر جاتے ہیں اور اس وقت اخلاص کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اس کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ مطلب انعام یا دفع آلام کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو چکی ہیں۔ یہ مغزیں کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ ابراہیم تو اس کی عبادت طبع اور شوق کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور طبع اور

خیرات کا تعلق اور واسطہ خیرات کی اپنی ذوات سے ہوتا ہے۔ اور یہ کوتاہی اس بنا پر ہے کہ انہیں بہت
ذاتی کی مساوات نصیب نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے یہ بات ابھی طرح واضح ہو گئی کہ ابراہار کی نیکیاں مقررین کے لیے براہیوں کا حکم کھینچ
ہیں۔ تو ابراہار کی حسنات ایک لحاظ سے حسنات ہیں اور ایک لحاظ سے سیئات۔ اور مقررین کی حسنات
من کل الوجہ حسنات ہیں۔

ہاں کچھ مقررین ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی طمع اور خوف کے تحت کرتے ہیں۔
بقیہ اکل اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد۔ لیکن ان کے خوف اور طمع کا تعلق ان کی اپنی
ذوات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طمع اور اس کی ناراضگی کے خوف سے عبادت
و بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ جنت طلب کرتے ہیں تو اپنے حصول نفسانی کے لیے نہیں بلکہ اس پر
کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور اگر وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اپنے نفوس سے دفع عذاب
الم کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی ناراضگی کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ اکابر اپنے نفسوں کی نجات
سے آزاد ہو چکے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو چکے ہیں۔ اور مقررین میں سب اعلیٰ مرتبہ
اور اس مرتبہ والے کو مرتبہ ولایت خاصہ کے محمول کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے پورا حصہ ہوتا
ہے۔ اور ان مقررین میں سے جو اولیاء ارشاد و دعوت کی غرض سے عالم اسباب کی طرف نزول
نہیں فرماتے وہ اولیاء مستملکین ہیں (یعنی ذات ہی میں شہادت و مستغرق)۔ ان کو مقام نبوت
کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور یہ تکلیف کے اہل بھی نہیں ہوتے۔ بحالات پہلے گزرنے کے۔ کہ وہ
تکلیف کی اہلیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی محبت و عقیدت عطا کرے۔ بھرتہ سید البشیر
علیہ علی آلہ واتباعہ من الصلوٰۃ وفضلہا وامن التسلیۃ واکملہا۔ کیونکہ انسان اس کے
ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اول و آخر سلام

مکتوب نمبر (۲۵)

محضر سید المرسلین اور آپ کے خلفاء راشدین علیہم السلام من الصلوٰۃ وفضلہا وامن التسلیۃ واکملہا
اتما کی متابعت کی ترغیب و تہذیب کے بیان میں۔ — خواجہ جہان کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا کرے۔ تمہارے سینہ کو کشادہ کرے۔ تمہارے نفس کو

پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے پرست بدن کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، رخی اور اخفی کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا تم پر حضور سرور کائنات اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں ان کی متابعت لازم و ضروری ہے کیونکہ خلفاء راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ تو جس کو ان کی پیروی کا ثمر نصیب ہو گیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔ اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت کمال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بقیہ مضمود یہ ہے کہ مرحوم شیخ سلطان کے دونوں بیٹے پریشانی اور تنگی معاشی میں مبتلا ہیں۔ آپ نے انہیں اس کے ان کی مدد و اعانت فرمائی۔ ان کی امداد آپ کے شایان شان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجت برآر کی کہ تمہیں بخشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق میں مزید انعام فرمے۔ اور خیر و بھلائی کو آپ کا رفیق و دوست بنائے۔ آپ کو اور ہر متبع ہدایت کو سلام۔

مکتوب نمبر (۲۶)

اس امر کے بیان میں کہ شوقِ اہلِ کفر ہوتا ہے۔ مقررین کو نہیں بخلا۔ اور اس مقام کے مطابق علوم کے بیان میں۔۔۔ دانش مند شیخ مولانا حاجی محمد لاہوری کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصلحہ علیہا خیر الصلوٰۃ والسلام و التوبہ کے طریقہ پر قائم و ثابت رکھے۔

حدیثِ تدسی میں وارد ہوا ہے کہ اہلِ کفر میری ملاقات کا شوق حرمہ و زار سے واضح ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سبحانہ نے اس کلام میں برابر کے لیے شوقِ ثابت کیا ہے۔ کیونکہ مقررین و داعیوں کو کوئی شوق نہیں ہوتا کیونکہ شوق کسی شے کے گم ہونے کا تقاضا ہے۔ اور گم ہونا مقررین کے حق میں مفقود ہے۔ دیکھتے نہیں کہ انسان اپنی ذات کا شوق نہیں جانتا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات سے اتنا درجہ کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی اپنی ذات مفقود نہیں۔ تو مغرب و اصل کا حال جو حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح انسان کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق

ہے۔ لہذا مشتاق صرف ابراہیم ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ محبت کا قدیم روگان مطلب ہیں۔ اور ابراہیم
مراد غیر موصول اور غیر مقرب ہیں۔ خواہ وہ ابتدا میں ہوں یا درمیان میں اگرچہ وسط سے ایک درجے
دعا برابر کچھ ہی باقی ہو۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

فراق دوست اگر ناک است اندک نیست

درون دیدہ اگر نیم دوست بسیار است

دوست کا فراق اگر غمزدہ بھی ہو تو وہ فقور نہیں ہے۔ آنکھ میں آدھائی بھی پڑ جائے تو وہ

بہت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتا
اور روتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دل سخت ہو چکے
ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد درج مشابہ دم کے قبیل سے ہے۔ جس نے اپنے شیخ (خواجہ محمد باقی) قدس سرہ
سے سنا آپ فرماتے تھے مفتی داس بہت دفعہ اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اسے ابتدا
میں حاصل تھی۔

اور اس شوق کے زائل ہو جانے کا مقام اور ہے جو دل سے اکمل اور اتم ہے۔ اور اور اس کے
عاجز اور نا اہل ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق شوق چیز کا ہوتا ہے۔ جب کسی شے کی توقع اور
امید نہ ہو تو اس کا شوق بھی نہیں ہوتا۔

تو جب یہ کالی بونایت کس کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس عالم کی طرف رجوع تفری کرتا ہے تو رجوع
کی وجہ سے مطلب کے مفقود ہونے کے باوجود وہ شوق خود نہیں کرتا۔ کیونکہ شوق کا زوال مطلب کے
گم ہونے کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ اس کا زوال یا اس اوٹا امید کے حصول کی بنا پر تھا۔ اور وہ رجوع الی
اخلاق کے بعد بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس کامل اول کا شوق عالم کی طرف رجوع کرنے سے واپس
عود کرتا ہے۔ کیونکہ وہی مطلب کی تشنگی پھر اسے حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے زائل ہو چکا تھا۔ تو
جب رجوع کے باعث مطلب کا فقدان پایا گیا تو وہ شوق پھر حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے زوال
کے باعث زائل ہو چکا تھا۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ حصول کے مراتب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہذا وصول کے بعض مراتب
کی توقع اور امید تو رہتی ہی ہے۔ اس وجہ سے واصل مقرب کے لیے بھی شوق مذکور تصور ہو سکتا ہے۔
اس لیے کہ ہر مسخرانہ کے برابر ہی کہتے ہیں کہ مراتب وصول کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیل پر مبنی ہے۔

جس کا تعلق سماء و صفات و شیعین اور ثقیلات سے ہے۔ اور تفصیلی طور پر اس کے لیے
 اختیار مضمون نہیں ہو سکتی، اور شوق مذکور کبھی بھی اس سے زائد نہیں ہو سکتا اور جس واسطے اس کے تعلق پر گفتگو
 کر رہے ہیں اس سے اختیار کو پہنچ جانے والا وہ واسطہ مزید ہے جو مراتب کو بطریق اجمال کے گریچہ ہے۔
 اور اس مقام تک پہنچنا چاہیے جسے نہ تو کسی جہات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا
 ہے اور نہ اس مقام پر کسی قسم کی قوت باقی ہے۔ لہذا اس سے کثیر شوق و طالب زائل ہو جاتے ہیں اور یہ
 خواص اولیاء کرم کا حال ہے۔ کیونکہ انہیں وہ لوگ ہیں جو ذات کی تشنگی سے لکھ چکے ہیں اور ذات تعالیٰ و
 تقدس کی بارگاہ و کمال حاصل کر چکے ہیں۔ بخلاف ان کے کہ صفات میں تفصیل اور شہوات
 میں ترتیب سے سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات تجلیات صفا تہ ہیں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محسوس و
 معقد رہتے ہیں۔ اور ان کے حق میں مراتب و مراحل سے مراد یہی ہے کہ وہ صفات تک ہی پہنچتے ہیں۔
 اور حضرت ذات واجب تعالیٰ تک حرج صفات اور اعتبارات میں سیر جمالی کے بغیر متصور نہیں۔ اور
 جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیلی ہوتی ہے وہ صفات اور اعتبارات ہی میں محسوس رہتا ہے اور اس سے شوق و
 طلب زائل نہیں ہوتا۔ اور نہ وجد و تواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہذا اگر باب شوق و تواجد تجلیات
 صفا تہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ
 نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے
 کوئی شے بھی معقود نہیں ہو سکتی۔ تو یہ اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر سنت و حدیث
 کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز و جبار ذات کی طرف منسوب
 ہوتی ہے وہ بھی شدید و غالب ہوتی ہے۔ جس طرح عبد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی
 ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے۔ یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عبد ضعیف کے پاس اور بھی
 بہت سے جرات ہیں جو طریقہ صوفیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ لکھ چاہتے ہیں کہ
 بغیر وہ جرات مستحسن نہیں، بلکہ جائز ہی نہیں۔ کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر اباب صحو سے باز پرس
 ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے لہذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق و مناسب
 نہیں۔ اسے فرمیں انشیں کہ لا الحمد للہ اذلاً و اخراً۔ والصالحون والسلام علی نبیہ و آلہ و صحبہ و سلم۔

مکتوب نمبر (۲۷)

سلسلہ ہابرقشہ بندی کی مدح و ثنا اور ان بزرگوں قدس سرہم کی نسبت کی
بندی کے بیان ہیں۔ خواجہ ملکات کی طرف صاعہ فرمایا۔

الحمد لله : سلامه على عباده الذين اصطفى .

مرحمت نامہ گرامی بوزروستے گرم آس مخلص کے نام لکھا تھا ، یہ حقیر اس کے درود سے سرور اور
خوش ہوا ، آپ سلامت رہیں . بندہ آپ کے درود سرکا باعث نہیں بننا چاہتا . صرف سلسلہ ہابرقشہ
نقشبندیہ کی مدح و ثنائیں لکھتا ہے .

مقدم و مقدم ! اس سلسلہ عالیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبادت میں جو واقع ہوا ہے
کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے . اس سے مراد حضور و اکابر کی نسبت ہے جو حضور انجی
ہاں مقبرہ و حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے " یادداشت " سے تعبیر کیا ہے . لہذا ان عزیز بندوں
کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے . اور یادداشت ہو اس تعبیر کے فہم قاصر ہیں قرآن پاک کی سہ
وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے .

اور تعالیٰ ذاتی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے حضور نیز حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء ، صفات ،
شیریں اور اعتبارات کے با محظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے . اور اسی تعالیٰ کو تعالیٰ برقی کہتے ہیں .
یعنی لمحہ بھر کے لیے شیریں و اعتبارات اٹھ جاتے ہیں . یہ شیریں و اعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ
ہو جاتی ہے .

اس تقریر و بیان کے مطابق حضور بے غیبت تصور نہیں ہو سکتا . بلکہ لمحہ بھر کے لیے حضور تعجب
ہوتا ہے . اور اغلب و اکثر اوقات غیبت رہتی ہے . اسی طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں کے ان
کوئی اعتبار نہیں رکھتی . اس سبب یہ حضور و وام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے
اور ہمیشہ اسماء و صفات ، شیریں اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر و برحق رہے . تو یہ حضور بے غیبت
کہلائے گا . تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کہ وہ سروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے مراد نہ کرنا
چاہیے . اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق و اعلیٰ جانا چاہیے .

اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک معید امر ہے . لیکن یہ

ہینشا الارباب النعمین نعیمہا
والعاشق المنسکین ما ینتجوہ

یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گرازا دیں۔ عاشق منسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گنہگار
گھر نشین رہا ہے۔

یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت و قلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے
لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں۔ وہ نسبت
جو آج کل اس بزرگ خاندان کے اصحاب میں مشہور و متعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہرہ سے بجا و درست
ہے۔ جو شاہدی اور مشہوری کے وصف سے پاک و خزاں ہے۔ اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ
سے خالی اور سراسر ہے۔ اگرچہ بہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر واضح ہوتی ہے۔ اور بہت صرف
نظام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس بہت کی لقیقت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بکلمات یادداشت کے جو
بعضی سابقین ہے۔ کیونکہ اس کا حصول بہت جذبہ اور تقاضات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی
بلندی کسی بھی شخص پر محقق نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ عائد اگر مسند کی وجہ
سے اس کا انکار کرے۔ اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

ناصر سے کہ گندایں طائفہ را طعن منقصہ

ہمہ شیران جہاں بندہ بایں سلسلہ اند

کوئی ناصر شخص اس طائفہ پر قصور وار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پیادہ میں اس گندہ کو

زبان پر لاؤں۔ تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ دوزخی میدان کے

ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۸)

بلندی حال کہ بیان میں عجایب عبادت سے جو سے تشریف اور دوری کا وہم

ہوتا ہے۔ ————— یہ مکتوب بھی خواجہ عکب کو لکھا۔

درجہ نامہ گرائی جواز دئے کرم اس شخص کے نام لکھا تھا، بندہ اس کے درود مسعود سے مسرور
ہوا، اور اس کے مطالعہ سے شرف ہوا۔ ————— کیا ہی عمدہ نعمت ہے کہ آزاد لوگ گرفتاروں کو

یاد کریں۔ اور کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے کہ پیچھے جوئے کو بھجوریں پست جوئے کوڑوں کی ٹھواریں کہیں۔

جدا فی اور جھوس پڑے ہوئے نے جب اپنے آپ کو دماغ کے قابل نہ پایا تو نرم نامی کی حالت میں بھر کے گوشے میں جا بیٹھا اور قریب سے بھاگ کر بعد اور دوری کے ساتھ آرام جا پکڑا اور انصال کے بجائے انفصال کے ساتھ قرار پکڑ لیا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرتے ہیں گرتاری و ٹخنیں تو گرتاری کے احسان کے نیچے آگیا ہے

پہلو طبع خواہد زمین سلطان ہیں خاک بر فرق نہ امت بعد از ہیں

دین کا سلطان جب بھروسے طبع کا طالب ہے تو اس کے بعد تاعت کے سر پر خاک پڑے۔
میر مر بوط عیارتوں اور پر اگندہ اشاروں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا در دسری کرے۔ اللہ تعالیٰ
ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا من التسلیہات اکملہا کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۲۹)

اواسے فریق کی تزیین، سخن و آداب کی رعایت و فرائض کے سامنے اواسے فرائض

کی کم پرواہ کرنے، اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے، اللہ مستغنی پانی کے

پینے کو جائز رکھنے سے منع کرنے اور بیویوں کو سہرہ کرنے سے منع کرنے کے بیان میں

شیخ نظام تھاغیری کی طرف لکھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں طرف داری کرنے اور سب راہ روی اختیار کرنے سے بچائے

اور ہمیں اور تمہیں افسوس اور غم کھانے سے نجات دے، بحر متہ سید البشر جو نظر کی بجلی سے پاک تھے علیہ

وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا من التسلیہات اکملہا۔

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا تو اخل۔ تو اخل کی فرائض کے سامنے

کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال فرائض ادا کرنے سے بہتر

ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جاتے ہیں بھی نفل عبادت ہو جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ،

اور ذکر و فکر وغیرہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اواسے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور استیانت

میں سے ایک مستحب کی تجدیداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین حضرت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر باجماعت ادا فرمائی، نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی، اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا، دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں، حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے، شاید اس وقت سو رہا ہو، آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سو رہا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنا تو وہ بہتر تھا۔

لہذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کبھی مرتبہ ذکر نکر اور مراقبہ و توجہ سے بہتر ہے، ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اعتنائے ساتھ جمیع کمرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی، اس کے بغیر عار و اہمیت پر باقاعدہ پھرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک روپیہ سے نکلنے کے ادا کرنا بطریق فعل پیدا کرنا جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی مرتبے بہتر ہے، قرآن و عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی ناکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے، اس لیے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے، دکنی بھرا لائن، ظاہر اس سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے، اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے، اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے، لہذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے، اور فقہاء و شافعیہ کے نزدیک قرع نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو اوائلی تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا ترک مبراہت پسندیدہ ہے اس غرض کے لیے ذکر کی ادائیگی نہ تاخیر کرنا کافی ہے، اور یہ تاخیر مستحب ہے، ورنہ اچھے وقت میں ادا نہیں ہو جائیں گے اور سحری کے وقت پیدا ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی، لہذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اورگزشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

امام اعظم کوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دھڑکے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹا جہالت سے چاہیں سالی کی غازی قضا کریں۔

لہذا اور پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا یہ نیت عبادت و ثواب و غیر کے لیے استعمال کیا گیا ہو فوں کے لیے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں، کیونکہ یہ پانی سیدنا حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غایط کا حکم رکھتا ہے، اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا نہ وہ قرار دیا ہے، ہاں وضو سے پہلے پانی کو انہوں نے شفا کہا ہے، اگر عقیدت کے طور پر

کوئی طبیب کرے تو دوسرے سے بچے مرنے پانی میں سے دیں۔

اس فقیر کو اس وقت دہلی میں یہ آزمائش پیش آگئی بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے دفتر کا مستقل پانی پیتا۔ ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا۔ ہر چند اسے اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نہ بچا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی۔ کہ اگر نین بار اعضا دھو لینے کے بعد ہر قسمی بار بغیر نیت عبادت اعضا پر پانی پھر دیں تو وہ مستقل نہ ہوگا۔ اس جیلہ سے بے نیت قربت اعضا پر پانی چاکا کر اسے پینے کے لیے دیا۔

نیز بعض معتقد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر ہی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بڑائی انہیں من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے اور ان لوگوں کو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔

ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ یہ روکا روگ ان کے اعمال کی افتادہ کیا کریں گے اور نقصان میں مبتلا ہوں گے۔

نیز اس گروہ صوفیہ کے علوم و علوم احوال ہیں اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اور علوم احوال اسے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اور اعمال کی درستگی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت سے واقف ہو۔ اور اعمال کو جاننا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا اسلام شریعت کا علم ہے۔ جیسے نماز روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح و طلاق اور بیع و شرا کا علم۔ اور ہر اس شے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے۔ اور جس کی بندہ کو دعوت دی ہے۔ اور یہ علوم کسب سنی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اور علم دو محاذوں کے درمیان واقع ہے۔ ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔ انہما یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریعت میں کتب تصوف کا ذکر مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر مطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی و سلمۃ الاسلام اور کنز فادسی۔ بلکہ اگر آپ کی مجلس شریعت میں کتب تصوف کا ذکر مطالعہ نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے۔ وہ قال میں نہیں آسکتا لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر نقصان کا احتمال ہے۔ بات توبہ یہی

کیا کرے۔ خصوصاً چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے۔

اند کے پیشین تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

تیرے سامنے میں نے بہت قصور کاظم دل بیان کیا ہے۔ مجھے درد محسوس ہوا کہ تو دل آزرده ہو گا۔ ورنہ
باقی بہت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے حبیب پاک علیہ علیہ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتسلیمات کی کمال اتباع
نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۳۰)

مشہور فائق اور نفیس اور عقلی صوری اور شعور و انفس کے درمیان فرق۔ اور مقام جدیدیت
کے نشان کی بندی اور اس مقام کے علوم کی علوم شریعہ کے ساتھ مطابقت اور دیگر اس سے مناسبت
رکھنے والے احمد کے بیان میں ————— شامہ صدیق صاحبہ جو اس دور کا دہلیہ ہیں کے قدیم خاندان
میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد ائمہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مکتوب بھی شریع نظام
تفصیری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں کمال اتباع محمدی سے مشرف کرے اور بلند مصطفوی لباس سے مزین کرے علیہ
و علیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن النبیات اکملہا۔

میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے پاک کی جناب کی بات زبان پر لاؤں تو وہ میرے محض
کذب و افتراء ہو گا۔ اس کی جناب کبریائی اس سے بلند تر ہے کہ میرے جیسے بیوقوف کو کی زبان اس کے
لائق ہو۔ بلکہ وہی شے (ممکن) بے مثل ذات کے متعلق کیا کہہ سکتی ہے۔ اور جادو قدیم کو کیسے
تلاش کر سکتا ہے۔ اور متانی شے لاسکافی ذات تک کب تک دور کر سکتی ہے۔ چچا دے کے پاس اپنے
بے باہر کوئی شے نہیں اور اپنی بساط سے اوپر اس کا گز نہیں ہو سکتا۔

درد کہ میں نیک و ریس بد بود !

گر چہ عمر سے تنگ زندہ در خود بود

درد کٹ ہی اچھا یا کٹنا ہی برا ہو، ساری عمر دوڑتا رہے تو اپنی بساط کے اندر ہی رہے گا۔

یہ معنی بھی سیر نفسی میں جو نہایت پر جا کر میسر آتی ہے وہی سیر ہے۔ حضرت شجاعہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے "اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں" اور جو کچھ سچا سمجھتے ہیں اپنے اندر ہی سچا سمجھتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے وہو میں ہی ہوتی ہے۔
وَفِي الْفَنِيِّ كَمُفْلَاةٍ يُعْصِرُونَ -
یعنی تمہاری اپنی ذات میں بھی نشانات مہربان ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس سے قبل جو سیر بھی ہے وہ سیر آفاقی میں داخل ہے کہ اس کا حاصل نتیجہ بے حاصل ہے۔ بے حاصل کے لفظ کا اطلاق اصل مطلوب کے حصول کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ بھی شرائط و موانع آثار و کرہات والی اشیاء میں سے ہے۔

شہود نفسی سے کوئی وہم میں نہ پڑے۔ اور اسے شہود عقلی صورتی کی مانند جو محقق نہ کی ذات میں ہوتی ہے خیالی نہ کرے۔ حاشا و کھلا عقلی صورتی جس قسم کی بھی ہر سیر آفاقی میں داخل ہے۔ اور اس کا حصول علم الیقین کے مرتبہ میں ہے۔ اور حق الیقین کا مرتبہ شہود نفسی میں داخل ہے جو مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اور لفظ شہود کا اطلاق واستعمال میدان حیرت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ جس طرح ان کا مطلوب و مقصود بے مثل و بے نرنہ ہے۔ اس مطلب سے ان کی نسبت بھی بے مثل و بے نرنہ ہے۔ چونکہ ممکن کے لیے بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے

انصافے بے کیف و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
لیک گفتم ناس را سناس نہ ناس غیر از جان جان اسش ناس نہ
لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ بے کیف اور عقل و قیاس میں نہ آنے والا اتصال و تعلق ہے لیکن
میں نے لوگوں کے ساتھ انفصال کا ذکر کیا ہے، حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس معنی کائنات و عارفین اور
داعیین تو معرفت جان جان (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

شہود صورتی کے ساتھ شہود نفسی کے اتحاد کے وہم کا منشا ہر دو مقام میں شخص کے بقا کا حصول ہے۔ کیونکہ عقلی صورتی نہ (جس پر عقلی پڑے) کو فنا نہیں کرتی۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ قیود کو اٹھا دیتی ہے لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے سالک کا بقیہ وجود اس عقلی میں موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس سیر نفسی فنا اتم اور بقائے اکمل کے بعد ہے۔ تو اس بنا پر قلت معرفت کی وجہ سے ان دو قسم کی بقا میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور یہ جان لین کر بقائے ثنائی جیسے بقا باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے وجود کو حق تعالیٰ کا علیحدہ وجود دیکھتے ہیں۔ تو

شاید اس رسم سے نجات پاجائیں

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ بقا ہا شد فرما چنے آپ کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین دیکھنا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ معنی اس قوم (صوفیہ) کی بعض عبارات سے سمجھے جائے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو فنا اور نیست ہونے کے بعد جو فنا سے اتم کے مشابہ ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم اسے درجہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے چھٹے ہے۔ اس کا زوال تصور ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے۔ کبھی تو اس سے لے لیتے ہیں اور کبھی واپس دے دیتے ہیں۔ لیکن وہ بقا جو اتم و اکمل ہے۔ وہ زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔ ان اکابر کی فتاوائے ہے۔ عین بقا میں فنا ہی ہے اور عین فنا میں باقی۔ وہ فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں احوال سکونیات کے قیام سے ہیں اور میں یہ ہم بحث کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں۔

حضرت توابہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لیکن وجود فنا (اتم) وجود بشریت کی طرف حود نہیں کرنا۔ لہذا ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی (میشد) ہے۔ ان کا کوئی مقصود وقت اور حال نہیں۔ ان کا کام تو وقت مقرر کرتے واسے (حق تعالیٰ) اسکے ساتھ ہے۔ اور ان کے معاملہ فوعالات کو بدلنے واسے کے ساتھ ہے لہذا زوال کا آنا وقت و حال کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو حال اور وقت سے گزر چکا ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ دوام وقت کا اطلاق استعمال اس وقت کے (شرعی) نہیں وغیرہ کی بقائے۔ بقا سے ہے۔ یہ بات نہیں۔ بلکہ دوام عین وقت کی وجہ سے ہے۔ اور استمرار نفس حال کی وجہ سے۔ لیکن حق کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گستاہ ہیں۔

بات لمبی ہو گئی، ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ کی فضلہ قدس میں مجاہد حق نہیں تو ہمیں اپنے مقام بندگی اور زلت و انحسار کی بات کرنی چاہیے۔

پہلے انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتداء اور در بیان راویں عشق و محبت عطا کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ جناب قدس جل سلطانہ کے مابین ہر طرح کا تعلق قطع کرے عشق و محبت میں مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ عبودیت کے مقام کے حصول کے لیے ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جب غرض کی بندگی و گوشت داری سے پوری طرح نجات پاجائے۔ اور عشق و محبت کی حیثیت قطع تعلقات مابین سے

زیادہ نہیں۔ لہذا مراتب ولایت کی استاد مقام عبودیت ہے۔ ولایت کے درجات میں مقام عبودیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ بندہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے مولا تعالیٰ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پاتا۔ مولا نے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج پاتا ہے۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی جانب سے ذات اور صفات کے لحاظ سے مکمل استغناء ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہوتی کہ اپنی ذات کی اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کی اس ذات عرسلطانیہ کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کی اس حق سبحانہ کے افعال کے ساتھ کسی وجہ کی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ظلیقیت کا اطلاق بھی مناسبت میں سے ہے۔ وہ اس سے بھی منزہ ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اس سبحانہ و تعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی طرح کی جرات نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگوں کو راستے میں حاصل ہوتی ہے، مولا تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو قابل نہیں جانتے۔ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تو جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ ان وہ ان افعال کا کاسب و مباشر نہیں کیونکہ یہ قول بھی زندقہ اور الحاد کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شجرہ باغبان پر وہ کہنے لگے بھیجے میوے کہ پتھر کی چند صورتوں کو حرکت دے۔ اور عجیب و غریب کے افعال ان میں ایجاد کر دے۔ دور میں لوگ جان لیں گے کہ ان جہادوی صورتوں کے افعال کا موجودہ پر وہ فحشین تنقص ہے لیکن صورتوں کے افعال کی کاسب خود وہ صورتیں ہیں۔ لہذا کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ وہ شجرہ باز متحرک ہے۔

فی الواقع اس حکم میں وہ سچے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریفیں بھی سچی تھیں ہیں۔ وحدت فعل کا حکم لگانا سکریات میں سے ہے۔ حق صریح یہ ہے کہ قائل متعدد ہیں اور شائق افعال صرف ایک ذات ہے۔ اسی قسم کا کلام لوگوں نے توحید وجودی کے بیان میں بھی کیا ہے۔ اس کی بنیاد بھی سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔

علوم لدنیہ کی درستگی و صحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت و موافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علماء اہل سنت و جماعت نے کہا ہے۔ اس کے ماسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور اسکر وقت اور غلبہ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبودیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ نہ

موجود رہتا ہے۔ ج

گھر گھر علم مستخرج ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہی ہو جائے

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سلوک سے
کی مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کے درجے کو پہنچ جائے۔ اور اسناد لالی
معرفت کشف کے درجے کو پہنچ جائے۔ آپ نے یہ نہ فرمایا تاکہ معارف شریعہ سے نازدیکہ حاصل
کئے۔ اگرچہ راویوں علوم شریعہ سے نازدیکہ امور سائنسہ آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو نہایت کام تک پہنچا دیا
تو وہ تمام نازدیکہ امور بکھرے ہوئے ذرات کی طرح ختم ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شریعہ تفصیل کے
رنگ میں علم و دانش سے باقی اور محفوظ رہتے ہیں۔ اور اسناد لال کے تنگ مقام سے نکل کر کشف
کی فراغ اور کشادہ فضا میں آ جاتے ہیں یعنی جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس علوم
شرعیہ کو وحی سے حاصل کرتے تھے یہ بزرگوار انہی علوم کو اسلام کے طریقہ سے حق تعالیٰ سے اخذ کرتے
ہیں۔ علماء نے یہ علوم بغیر اجمالی شرائع انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کیے ہیں۔ وہی علوم جو انبیائے
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و التسلیمات کو تفہیم اور کشف ہوئے تھے ان کو بھی اسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔
لیکن اصل اور تابع ہونے کی حیثیت درمیان میں موجود ہے۔ اس قسم کے کمال کے لیے کمالین ادنیٰ
کرام میں سے بعض کو برنی صدیوں اور ازمنہ دراز کے بعد منتخب کرتے ہیں۔
دل میں تھا کہ ایک اجمالی استدلالی مسئلہ کو مفصل لکھوں مگر کاغذ کم تھا۔ شاید خداوند جل جلالہ
کی حکمت اسی میں ہو۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۱)

توحید و جود کی حقیقت کے طور اور خدا تعالیٰ و تقدس کے قریب اور سمیت ذاتی اور اس مقام
سے آگے گزر جانے اور حق سوائت و جہات کے نیان میں جو اس مقام کی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں۔
شیخ صوفی کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ و علیہم و علیٰ الصلوٰۃ والسلام
افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی متابعت پر قائم و ثابت رکھے۔

وہ شخص جو آپ کی مجلس میں تھا اس نے بتایا ہے کہ بیان شیخ نظام تھا پیر کی کسی درد پشہ اس مجلس میں میرا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ (مجدد صاحب) خدمت وجود کا منکر ہے۔

اس ناقل نے مجھ سے اتنا س کیا ہے کہ اس باب میں جو حقیقت ہے شیخ صوفی کے فدام کو کھد بھیجوں تاکہ لوگ اس نقل سے کچھ انداز کریں اور دیگرانی میں نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض لوگ گناہ ہیں۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں آپ کی سرور دی کرتا ہے۔

خداوند دیکھم باکم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے مشرب حبیب تھا۔ فقیر کے والد صاحب قدس سرہ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے۔ اور باطن کی پوری نگہانی کے باوجود جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف دیکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے۔ اور فقیہ کا بیانیہ نصبت فقیہ کے مطابق فقیر بھی اس مشرب سے اذو سے علم حظ و افراد لذت عظیم دیکھتا تھا۔ بیان تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محسن اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ تھائی و معارف آگاہ پسندیدہ دین کے توحید ہمارے شیخ دسواں اور قبلہ محمد الیاتی قدس سرہ اللہ تعالیٰ بسترہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس فقیر کے حال کی طرف ترجمہ بلغ بندول فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد تھوڑی مدت کے بعد ہی توحید وجودی منکشت ہو گئی اور اس کشف میں غریب پیدا ہو گیا، اور اس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر فرمائے گئے، اور اس مرتبہ کی باریکیوں میں سے کوئی کم ہی باریکی ہو گئی جو منکشف نہ کی گئی ہو شیخ علی الدین ابن العربی کے معارف کے دقائق پر سے طور پر ظاہر واضح کیے گئے۔ اور نقل ذاتی جسے صاحب فصوص نے بیان فرمایا ہے اور نہایت عروج اسی کو قرار دیا ہے۔ اور اس غلی کی نشان میں فرماتے ہیں:

وما بعد هذا الا العدم المحض اور اس کے بعد صرت عدم محض ہے۔

مجھے اس نقل ذاتی سے بھی مشرت فرمایا۔ اور اس نقل ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ نے خاتم الوریۃ کے ساتھ مختصر میں کیا ہے، وہ تقسیم سے معلوم ہوئے۔ اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید وجودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض خطروں میں جو مشرت خراجہ کی خدمت میں لکھے گئے یہ وہ بیت بھی جو ملامت سکر میں کھڑا لے

اسے دریا کی مشربت مست اعنائی است	مستہ ماکا فری و لمیت ترسانی است
کفر و ایمان نہایت و روی آں پر فی نیائی است	کفر و ایمان ہر دو اندر راہ مایکتائی است
المسوس ایہ شریعت نامیوں کی شریعت ہے	ہماری است تو کفر اور عیسائیت کی است ہے
کفر و ایمان اس زیبا شے پر ہی کی ذات و چہرہ میں	کفر و ایمان دونوں ہمارے راہ میں برابر ہیں

یہ جملہ مدت وراثت تک سہ ماہ اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا۔ اچانک حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی عزابت بے تبارت عیب کی کھڑکی سے ظہور کے میدان میں آئی اور بے چوہی و بے چگونگی کی رو پر شہس کے پردہ کو اٹھا دیا۔ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے، اور احاطہ اور ذات حق کا قلب مومن میں سما جانا اور قرب و معیت ذاتی یہ سب کچھ جو اس مقام میں تکشف ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے۔ اور دوسرے یقین سے معلوم ہو گیا کہ حناغ عالم جل شانہ کے بیسے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے واجب کہ اہل حق شکرا اللہ صبیحہم کے اس قرار پر اچکا ہے۔ اور وہ جو اتحاد و تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ اور خدا جدا ہے اور عالم عالم ہے۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے خارج سے داغدار ہے۔ بے مثل و بے کیفیت ذات کر ذی مثل و ذی کیفیت کا عین نہیں کہا جاسکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممکن المعدم ذات جائز المعدم کا عین نہیں ہو سکتی۔ انفکاح عقاوت غفلت اور شرعاً محال ہے۔ ایک کا حمل دوسرے پر بالکل مستح ہے۔

تغیبت ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو محمول مطلق کہتے ہیں۔ اور اس کے لیے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے۔ اس کے باوجود اس کے بیسے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو ذات واجب تعالیٰ کے لیے حکم ہی کا ثبوت ہے۔ تو درست اور صواب وہی ہے جو علما اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ہے۔ اور جس وقت توحید وجودی کے شرب کے خلاف علوم و معارف حاصل ہوتے تھے۔ تو بغیر کوڑا اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ تغیر اس توحید وجودی سے ہست نہ کچھ نہیں جاتا تھا۔ اور بڑے بجز و زاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت کہیں زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ معاملہ کے چرے سے غم سما جاتا۔ دور ہو گئے اور حقیقت جس طرح کہ چاہیے تھی تکشف اور ظاہر ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے اور آسمان کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے۔ لیکن مظہر عین ظاہر نہیں۔ اور عین اصل نہیں۔ جس طرح توحید وجودی دانوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک ماہر عالم نے چاہا کہ اپنے گوناگوں کمالات کو میدان ظہور میں جلوہ گر کرے اور اپنے پسندیدہ محض امور کو معرض و مشامت میں لائے۔ اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور حروف

اصوات کے آئینوں میں ان مخفی کمالات کو ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آوازیں جو ان مخفی کمالات کی جلوہ گاہ اور آئینے ہیں وہ اس کے کمالات کا عین ہیں یا بالذات اس کے کمالات کا احاطہ کیسے ہوئے ہیں۔ یہ بالذات اس کے قریب ہیں یا معیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان واقعت اور دلالت والی نسبت ہے۔ حروف اور آوازیں صرف ان کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ کمالات خالص مطلق حالت پر موقوف ہیں۔ حیثیت، اتھاوا اور احاطہ وغیرہ کی جو نسبتیں پیدا ہوئی ہیں وہ اہم اور خیالات کی بنا پر ہیں۔ فی الحقیقت ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف و اصوات کے درمیان ظاہریت اور منظریت اور دلالت اور دلالت و مطلق ہے۔ اسی مناسبت کے باعث بعض لوگوں کو بعض عوارض کے باعث وہ بھی نسبتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نفس الامری میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معزا اور سبزا ہیں۔ اور جس نسبت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں معنی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت، قربان دانیت اور دلالت، ظاہریت و منظریت کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں۔ عالم اپنے صانع تعالیٰ و تقدیر کے وجود کی علامت ہے اور اس کے کمالات اسمائی اور صفائی کے تصور کا مظہر ہے۔ اور یہی تفہیم بعض لوگوں کے لیے بعض عوارض کے واسطے بعض احکام و ہدایہ کا باعث بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو توحید سے متعلق کثرت مراقبات ان احکام کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ کیرنگان مراقبات کی صورت قوت خیر الہیہ میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کا تذکرہ ان احکام کا کسی متدرج و متعاقب عمل کا دیتا ہے۔ لیکن توحید کی یہ دونوں صورتیں طبیعت میں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بعض اور لوگوں کے لیے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے۔ کہ محبوب کے غلبہ محبت کی وجہ سے محب کی نظر سے غیر محبوب ہٹ جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بات نہیں کہ نفس الامر میں محبوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات حسن عقل اور شریع کے خلاف ہے۔ اور بعض اوقات یہی محبت اور قرب ذاتی کے حکم لگانے کا باعث بن جاتا ہے۔ یہ توحید پوری دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ نفس الامر اور شریعت کے مطابق و مطابق نہیں۔ اور اس کی شریعت اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت کرنا محض تکلف ہے۔ جس طرح دوسرے بہت سے دیگر فلسفی تکلفات ہیں جن کے تعلق فلاسفا اسلام پر پڑتے ہیں کہ اپنے فاسد اصولوں کو قرآنی شریعت کے مطابق کر لیں۔ "اخوان الصفا" اور اسی طرح کی کتا ہیں اسی طرح کی ہیں۔

اس باب میں آخری بات اتنی ہے کہ خطا کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ اگر اس پر ثابت
و عقاب نہیں ہے۔ بلکہ درجات صواب میں سے ایک درجہ صواب کا ثابت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے
کہ مجتہدین کے منقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کی صورت میں بھی درجات صواب میں ایک درجہ
صواب کا پائے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اہل کشف کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ یہ معذور قرار نہیں
اور خطا کی صورت میں درجہ صواب سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ کشف والہام دوسرے کے لیے حجت
نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل ہے۔ لہذا اہل کشف کی تقلید
احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست
ہے۔ بلکہ واجب و لازم ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود و یقینات کو نبی کے آئینوں میں ہر نام ہے وہ بھی گنہگار اس کام کے
قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس شہود کو شہود وحدت و کثرت یا شہود احدیت و کثرت کا نام دیتے ہیں
کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس جو بے مثل و بے مثال ہے، صاحب مثل اشیاء کے آئینوں میں نہیں ہوا سکتا
اور کیفیات ممکنہ رکھنے والی اشیاء میں جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ لامکانی ذات مکان میں نہیں آ سکتی۔
بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور لامکانی ذات کو مکان سے باہر
میں طلب کرنا چاہیے۔ آفاق و انفس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے نشانات
ہیں۔ دائرہ ولایت کے طلب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ تعالیٰ فرمایا ہے:
”جو کچھ دیکھا یا سنا یا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا خیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی
نفی کرنی چاہیے۔“

وہ تنگتا سے صورت معنی چکر گنبد در کلبہ گدایاں سلطان چو کار و وارو

صورت پرست غافل معنی چڑا اندازو کر با جمال جانناں پیمان چو کار و وارو

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے آ سکتا ہے؟ اور گدائی کے جہر میں بادشاہ کا کیا کام ہے؟

صورت پرست غافل شخص معنی کر گیا جان سکتا ہے؟ یہ مشرق کے جمالی پرشیدہ سے کیا تعلق نام کر سکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اکثر مشائخ طریقت کی جمادات میں چاہے وہ نقشبندی ہوں یا غیر نقشبندی
صریح طور پر وحدت وجود اور احاطہ اور قرب و معیت ذاتی اور شہود وحدت و کثرت اور احدیت
در کثرت داد و در موجود ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ شہود و احوال راستے کے وسط میں ان کے
سامنے آتے ہیں۔ اس کے بعد انہیں اس مقام سے آگے گزارا گیا جیسا کہ فقیر نے گزشتہ صفحات میں اپنے حالات کا

ذکر کیا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ حضرات کو احادیث صرف کی جانب باطن میں پوری نگاہی کے باوجود ان کے ظاہر کو جو کثرت میں ہے ان احکام اور اس شہود کے ساتھ مشرف کرتے ہیں باطن میں احادیث کے نگہان رہتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے کثرت میں مطلب کا مشاہدہ کرتے ہیں جیسا کہ اس فقیر نے اس کتب کے ابتداء میں اپنے حال کی خبر دی ہے۔ اور اس جواب کی تحقیق تفصیل کے ساتھ اس رسالہ میں جو وحدت وجود کے مراتب میں لکھا گیا ہے لکھ دی گئی ہے۔ یہ مقام اس مذکورہ گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جب نفس الامر میں متعدد وجود ہیں اور قرب و احاطہ ذاتی نہیں ہے نیز وحدت کا شہود کثرت میں مطابق واقع نہیں ہے۔ لہذا ان بزرگواروں کا حکم کذب پر مشتمل ہو گا۔ کیونکہ نفس الامر اور واقع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے انداز سے کے مطابق حکم لگایا ہے جس طرح ایک شخص یہ بات کہے کہ میں نے مینے میں زید کی صورت دیکھی ہے۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے میں اس کی صورت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ آئینے میں کوئی صورت اصلاً ہے ہی نہیں جسے دیکھا جاسکے۔ اس شخص کو بھی معرفت میں کاذب نہیں کہتے۔ اگرچہ اس کی یہ بات نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ حکم لگانے میں غلط ہے۔ جھوٹ بولنے کی علامت کا وہ مستحق نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جن احوال کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ان کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا تھا تو وہ کثرت کی بنا پر تھا۔ تعقید کی بنا پر نہیں تھا۔ اب اگر اس کا انکار کر رہا ہوں تو وہ بھی الہام کے باعث۔ اور الہام انکار کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اگرچہ دوسرے کے لیے جہت بھی نہیں ہے۔

جھوٹ کا شبہ دور کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عالم کے افراد بعض باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے متماز اور جدا ہیں۔ بعض احمد و غیر میں ممکن کا واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ بھی اس قسم کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ممکن ہوا جب ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متماز ہیں۔ غلبہ محبت کی بنا پر مابہ الاغیاء چیز نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور مابہ الاغیاء نظر کے سامنے رہتی ہے۔ لہذا اس صورت میں ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم لگادیں تو یہ واقع کے مطابق ہے۔ اس میں کذب کی بالکل کوئی مجال و گنجائش نہیں۔ اور احاطہ ذاتی وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مختصر میں ہے۔ اور اور کیا میں سے کم ہی کسی کو اس کمال سے مشرت کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام سدر کا یہ اتم طریقہ ہے اس کا غور فرمائیگا۔ اور وہ کمال نسبت جذبہ سلوک سے فائق ہے۔ اور اس بات کے بیان میں کہ پیشہ اور کار کا کمال ایک دوسرے کے انکار کے آپس میں ملنے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں تریاق اور اضافہ مستقل فقرہ نکر ہے ہوتا ہے۔ پیر کی نسبت اگر اس صرافت پر رہے تو مرید نقصان ہے۔ لائق مرید کو چاہیے کہ اسے کمال تک پہنچے جائے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں — مرزا مسامح الدین احمد کی طرف صفا فرمایا

آپ کا انتظام نامہ گرامی وارد ہوا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان کہ دور افتادہ لوگ یاد سے اوچھل نہیں ہوئے اور کس نہ کسی وقت ان کا ذکر نہ جاتا ہے۔ حج

بارے میں صبح خاطر خود شاد و می کھم

پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی نسبت خاصہ کے حاصل نہ ہونے کے متعلق آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔

خود گرامی! اس قسم کی باتوں کی شرح بطور تقریر بلکہ بطور فقرہ یا وزن یا بیانی بیان بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تاکہ کسی غم میں کچھ اور نہ آجائے اور کچھ اور ہی مطلب نہ اخذ کرے۔ حسن ظن کے ساتھ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر یا صحبت و راز جس طرح بھی ہو درکار ہے۔ اس کے بغیر درج و عنایت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے۔

آسمان شنبہ بایں خوش منجابے تا با اثر حکایت کمن از ہر بابے

آرام و راحت ہوا و خوش طبع چاند بیبا مشرق تاکہ تجھ سے ہر باب کی حکایت بیان کروں۔

لیکن سوال کا جواب چاہنے کے مطابق فقیر اتنی بات عرض کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم و حادثات جدا گانہ ہیں اور اس سوال و کرا جید بھی الگ ہیں۔ ایک مقام کے مناسب نہ کر اور ترجیح ہے اور دوسرے مقام کے مطابق کتاب اللہ شریف کی تائید اور نماز ہے۔ ایک مقام نسبت جذبہ سے مخصوص ہے اور دوسرا سلوک سے۔ اور ایک مقام میں ان دونوں دونوں کی آمیزش ہے۔ اور ایک وہ مقام ہے

جو جہت جذبہ اور سلوک دونوں سے جدا ہے۔ نہ جذبہ کا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ سلوک کا اس سے کوئی علائقہ۔ یہ مقام نہایت ہی اعلیٰ ہے جس قدر نبی کریم علیہ وعلیہ السلام من الصلوات افضلہا ومن التسلیحات اکملہا اسی مقام کے ساتھ ممتاز ہیں اور اسی دولت عظمیٰ سے مشرف ہیں۔ دوسرے مقامات والوں سے اس مقام والا مکمل امتیاز رکھتا ہے اور اس مقام کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے خلاف دوسرے مقامات والے حضرات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں، اگرچہ کسی وجہ کی مشابہت ہو۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت امام حدی علیہ السلام میں ان شاء اللہ تعالیٰ اتم طریقہ پر ظاہر ہوگی۔

مختلف سلاسل کے شاخ و برگ میں اللہ سبحانہ میں سے کسی نے کم ہی اس کی خبر دی ہے۔ تو اس مقام کے علوم و معارف کے متعلق کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لیے یہ تاویز وجود نسبت اولیٰ قدم میں ہی ظاہر ہو گئی اور ایک مدت گزرنے پر کمال کو پہنچ گئی۔ اور دوسرے کسی کو اگر اس دولت سے مشرف کرنے میں اور صحابہ کرام کے قدم کی نسبت پر تریس کر دے جس تو جذبہ اور سلوک کی منزلیں قطع کرنے اور منازل کے علوم و معارف طے کرنے کے بعد معارف مند کرتے ہیں۔

ابتدائیں ہی اس نسبت کا ظہور صحت غیر البشر علیہ علیہ الصلوات والقیات والبرکات والتسلیمات کی برکت سے ہے۔ لیکن یہ ہر ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے بھی کسی کو مشرف کر دیں یہاں تک کہ اس کی صحت سے بھی امتیاز میں ہی اس بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔

فیض روح القدس از بان درد فراید

دیگذاں ہم بکنسند آئینہ سیما می کرد

روح القدس (جبریل علیہ السلام) اگر پھر در در سے تو دوسرے ہی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے۔

اس وقت اس نسبت میں ابتدا کا انتہائی اندراج حاصل ہو جاتا ہے جس طرح جذبہ کے سلوک پر مقدم ہونے کی ضرورت میں ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

ومن بعد هذا ما يدق صفاتنا

وما كتمنا احفظ لديه واجمل

(نوٹ) اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق اور لطیف ہے۔ اور وہ چیز ہے جس کا پتہ نہایت ہی غریب ہے اور اس کا پوشیدہ رنگنا بہت ہی ہنر ہے۔

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور سامعین کی طرف سے خیالی سے سننے کا گمان ہوا تو اس مقام کا کچھ حصہ معرض طور میں لایا جائے گا۔ اور توفیق نہایت کرنے والا وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ بعض دور متوں کے بارے میں آپ نے کچھ لکھا ہے۔ فقیر نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی معاف فرمائے گا۔ لیکن وہ سنوں کو نصیحت کر دیں کہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تکلیف دینے اور آزار پہنچانے کے مقام میں نہ رہیں اور اپنے حالات کو تبدیل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

یہاں شیخ الہمداد کے بارے میں آپ نے خاص طور پر لکھا تھا۔ فقیر کو کوئی مضائقہ نہیں لیکن خود اسے اپنی تبدیلی وضع پر ندامت ہوتی چاہیے۔ ندامت بھی قریب ہے شفاعت چاہنا ندامت کی شروع ہے۔ بہر حال فقیر اپنی طرف سے معاف کر چکا ہے۔ دوسری طرف کو وہ جانیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرحد کو اپنی منزل قصر کریں۔ ہم پیر ہونے کا تعلق محبت و نسبت ایسا نہیں ہے کہ ایسی عادی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا کہے۔ والسلام

خدمتِ زاد سے! اور باقی اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ دقت لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ وہ سنوں کی لغزشوں اور انہیں معاف کر دینے کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھے کیونکہ اجمال میں اجمال ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کچھ اور سمجھ لے۔

خدمتِ گرامی! غور و درگزر اس صورت میں مطلوب و مستور ہے کہ وہ جماعت بھی اپنے حالات کو بُرا جانے اور ندامت و پشیمانی محسوس کریں اور نہ درگزر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر و سنگیر قدس سرہ نے خلافت کے مقام کو ایک جماعت کے دو بزرگ الہام کے پیر دیکھا تھا۔ اس بات کی وضاحت ہوئی چاہیے۔ اگر پیر و دکنے سے مراد ہے کہ فقراء اور آئے جانے والوں کی خدمت کریں اور ان کے کھانے پینے کی خبر رکھیں تو یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ اور اگر اس سے مراد ہے کہ ملاہوں کی تربیت کریں اور شخصیت کے مقام میں نہیں قریب بات ماننے کے لائق نہیں۔

آخری بات کی ملاقات میں پیر و سنگیر قدس سرہ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تمہیں اس امر کی تجویز کرنی چاہیے کہ

شیخ الحداد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغول و مشغول رہنے کی تلقین کرے اور بعض کے حالت بہت کم تک پہنچاؤ۔ کیونکہ ہم کو انہیں اپنے دوبرو طلب کرنے اور مشغول باطن کی تلقین کرنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں۔

فقیر اس بارے میں متوقع تھا۔ جب ضرورت محسوس ہوئی تو فقیر نے بھی اتنا اندازہ اس بات کو بخیر نہ کر لیا۔ اس قسم کی تبلیغ سفارت محض کی جنس سے ہے، خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو اور ضرورت کی چیز باندہ ضرورت اختیار کی جاتی ہے۔ لہذا وہ سفارت بھی حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہ سے زمانہ میات ظاہری کے ساتھ خاص تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد مشغولی باطن کا سبق دینا اور طالبوں کے حالات دریافت کرنا خیانت میں داخل ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ پیر و مستطیر قدس سرہ کی نسبت باقی شہد یعنی زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

مذہب گرامی! علم و معرفت کی تکمیل مختلف انکوار کے باہم ملنے سے ہوتی ہے۔ وہ خدو غو جنہیں سیوریہ نہ مقرر کیا تھا، متاخرین کے انکار سے اسے کس وقت در زیادہ کر دیا۔ اسی حالت میں رہنا نقص تھا۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ رکھتے تھے، وہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کے زمانہ میں نہیں۔ اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کر دو۔

ہمارے خواجہ ترقی مسکرا اس نسبت کی تکمیل کے واسطے تھے۔ اور وہ نسبت جو حاصل ہر جا تھی، اسے کامل خیالی نہیں کرتے تھے۔ اور زندگی و فاعل قیاریادہ خداوندی بل سلسلہ اس نسبت کو کہاں تک لے جاتے یہ سب کو مستثنیٰ کرنا کہ اس میں زیادتی اور اضافہ ہو، مناسب نہیں۔ فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کہاں تک باقی رہے گی۔ آپ خود ایک علیحدہ نسبت رکھتے ہیں۔ پیر و مرشد علیہ الرحمۃ کی نسبت۔ یہ آپ کی نسبت کا کوئی نقل نہیں۔ اور یہ بات یاد رہے کہ آپ کے سامنے کسی بھی تھی۔

جیسے پیر و مرشد شیخ الحداد و نسبت کو کیا جانے لگ گیا ہے۔ اسے صرف ایک گونہ حضور قلبی حاصل ہے۔ دوسروں کو بھی معلوم ہے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اس نسبت کو سمجھانے اور قائم رکھنے والا کون ہے؟ ظاہر کریں تاکہ فقیر بھی اس کی مدد کرے۔ واقعات کا اعتبار نہ کریں، یہ محض خیالات ہیں، ان میں صداقت کچھ نہیں۔ شیطان بڑا طاقت ور دشمن ہے۔ اس کی غریب کارہوں سے پہچان مشکل ہے۔ وہی شخص چاہے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

حاصل کردہ نسبتوں کے سلب ہونے کے بارے میں آپ نے لکھا تھا۔ مذہب گرامی! اور سلب کیا

اعتبار ہی طور پر نہ تھا، جیسا کہ جو وقت ماضی کی فکر کیا تھا، اب تک وہ سلب اپنے حال پر ہے۔ زائل نہیں ہوا۔ اسے زائل تصور کرنا خیالی ہے۔ وہ آواز جو آپ اپنے دل سے سنتے ہیں، حالت باطن کا اس سے کوئی کام نہیں، اگر آنگ کے انکار سے کو سر و کرین اور بھادریں، پھر اس پر پانی ڈالیں تو اس سے آواز نکلتی ہے۔ اس آواز کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی تک اس میں آگ سرور ہے۔ یاد رکھیے واقعات کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بات اگر پرستشیدہ ہے تو انتظار میں نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس کی سچے وقت ظاہر ہو جائے گی۔ چونکہ آپ نے بطور مبالغہ لکھا تھا، اس بنا پر اس کے جواب میں چند باتیں لکھ دی ہیں، اور نہ بلا ضرورت بات کرنے کا موقع ہی نہیں۔

مکتوب نمبر (۳۳)

علماء و مومنین کی خدمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتاریوں اور علم کو حصول دنیا کا فکڑ بنا رکھا ہے، اور زائد علماء کی مدح و ثنا کے بیان میں جو دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں، مدح اسی محمد لا ہوری کی طرف لکھا۔

مگر وہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت کرنا ان کے چہرہ جمالی پر بد فادار ہے۔ مخلوق کو اگرچہ ان سے فائدے پہنچتے ہیں لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تائید اور امت کی تعزیت ان پر مبنی اور مرتب ہوتی ہے لیکن کہیں ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید و تعزیت فتور اور فہر و اسے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علیہ السلام علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیما سے لے ایک قابو شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ان اقلہ لیسو بین ہذا الدین ہا لوی علی جیک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید نابریٹھ سے لکھا ہے۔

علماء و مومنین کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانیا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونان جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آنگ جو پتھر اور بانس میں پرستشیدہ ہوتی ہے جہاں کر اس سے منافع حاصل ہوتے ہیں، لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آنگ سے بے نصیب رہتے ہیں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پر محبت مکمل کر دی۔

ان اشد الناس عذاباً و القیلة سبب زیادہ عذاب قیامت کے روز اس شخص کو ہوتا

عالمہ لہ ینفعہ اللہ بعلمہ
جیسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

ان کا علم ان کے لیے کیوں معذور نقصان دہ نہ ہو۔ حالانکہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت
بہر اور موجودات میں اشرف شے ہے۔ اسے انہوں نے کبھی دنیا اور مال و جاہ اور سرداری حاصل کرنے کا
ذریعہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔ حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذیل و خوار اور ساری مخلوق سے بدتر ہے
شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذیل ہے
اسے عزت دینا ثابت ہی رہا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ دوسرا تو میں
اور فتویٰ دینا اس وقت قطع مسترد ہے جبکہ قائلین اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے جو اور جاہ و سرکار
اور حصول مال و ترزا و رہنمائی چاہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ خیال ہو۔ اور اس کی علامت و نشانی یہ ہے کہ دنیا کی
چیزوں میں زہد اختیار کرے اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت رہے۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور
اس کمین دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں دنیا دار علماء ہیں۔ یہی لوگ علماء سوء و سب لوگوں سے بُرے
اور دین کے پورے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا مقتدا اور سب مخلوق سے بہترین خیال
کرتے ہیں:

وَيُخَيِّبُونَ اللَّهَ بِحُكْمِهِمْ وَيَسْتَكْبِرُونَ ۚ أَلَا
يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ أَكْبَارًا
وَأَنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى اسْتِعْزَادِ
عَلِيِّهِمُ الشَّيْطَانِ فَأَنَّهُمْ ذُكِّرُوا
بِآيَاتِهِ أَوَّلَ ذَلِكَ جِزْيُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا
يَعْلَمُونَ أَنَّ جِزْيَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

وہ جہان دکھتے ہیں کہ کسی قابل قدر چیز پر ہیں۔
سن لو میں جھوٹے ہیں۔ ابلیس ان پر غالب
آگیا ہے۔ اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی
ہے۔ یہی ابلیس کا گروہ ہے۔ سن لو ابلیس
کا گروہ ہی خسار سے میں ہے۔

اکابرین میں سے کسی نے دیکھا کہ ابلیس یعنی فارع بیٹھا ہے اور گمراہ کرتے اور دلوں کو بہکانے سے
بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس لعین سے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء سوء
اس وقت میرے اس کام میں میری زبردست مدد کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس مہم سے
خارج کر دیا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر سختی اور مہانت جو امر شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے۔ اور ہر فتنہ
جو دین و ملت کی ترقی و انشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شرمی کے باعث ہے اور ان
کی فیتوں کے فساد کی وجہ سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جاہ و ریاست اور مال کی
محبت سے آزاد ہیں وہی علماء اخوت اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیارہ کی راہ میں شہید ہوئے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیارہ کی پلہ بھاری ہوگا۔ اور فخر العلماء عبادۃ یعنی علماء کا سزا بھی عبادت ہے انہیں کی شان میں وار د ہے یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظر میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی بناست اور بُرائی کا انہیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقا کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو زوال اور فنا کے داغ سے داغ دار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فنا فی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ خدا نے لازوال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جانتا آخرت کی عظمت کے مشاہدہ کے لازبات ہیں سے ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْأُولَىٰ
وضیعت احد اھداً مصطلحت الاخریٰ

بیزکر دنیا اور آخرت دو سکنیں ہیں۔ اگر ایک راضی ہوئی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا اشد کجی ہوئے کے قبیلہ میں سے ہے۔ صحیح

مَا أَحْسَنَ الدِّينَ وَالْدُنْيَا لِوِاجِعِهِمَا

کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں میں سے ہو جائے۔

ان شایخ کرام میں سے ایک گروہ نے جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آچکے ہیں بعض متعانی فتنوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کر رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف مائل و متغیر نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت انہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سبک فادغ اور آزاد ہیں:

وَبِجَالٍ كَأَنَّهُمْ صُرُفٌ وَقَدْ دَلَّ بَيِّنٌ
ایسے مرد ہیں جنہیں سوراگری اور غریبہ و۔
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ فَرْغَتْ أَلْفُ عَالَمٍ

تجارت اور بیع و شر اور غیرہ ان کے لیے ذکر حق سے مانع نہیں ہے۔ ان اہل دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الافاق نے فرمایا ہے کہ میں نے معنی کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کر رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی یاد حق سے غافل نہ تھا۔

مکتوب نمبر (۳۴)

سب گنجائش بسط و تفصیل کے طریقہ پر عالم امر کے جواہر خمسہ کے بیان میں۔
یہ مکتوب بھی وہ عاصی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

سعادت دارین کا ہاتھ آنا سید کوثر بن علی علیہ السلام من الصلوٰات انفسا ہا من التسلیبات اکلہا کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتابعیہ کی متابعت کے سر سے محروم ہے، عالم امر کی حقیقت سے نابینا ہے۔ یہ جانیکر اسے مرتبہ و حجب تقاضی و تقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رکی ہوئی ہے اور اس میں بھی ناقص ہے۔

فلاسفہ نے جو جواہر خمسہ ثابت کیے ہیں سب عالم خلق میں ہیں۔ نفس اور عقل کو جبراً وہ سے مجرور شمار کرتے ہیں۔ یہ ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو ہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور محبت بالذات کیلگی اور ہستی کی طرف ہے۔ اسے عالم امر سے کیا نسبت اور وہ سے مجرور ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت ہے؟

رہی عقل، تو مقررات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہد میں آنے والی انبیاء میں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں وہ عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور ان کا بتدقّل کی پجاری سے نہیں کھل سکتا۔ لہذا عقل کی نظر بے مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے۔ اور عیب کے میدان میں تباہ کل گمراہ ہے۔ اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا نسخہ بے چرخی اور اس کی توجہ بے چکرگی کی طرف ہے۔ عالم امر کی ابتدا، مرتبہ قلب سے ہے۔ قلب سے اوپر روح ہے۔ روح سے اوپر ستر اور ستر سے اوپر خفی ہے اور خفی سے اوپر اخفی۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوتاہ نظری کے باعث چند خدمت دینوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے محتاجات پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جو ان تمام چیزوں کا

فرماتا ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خسرہ کے اصول وجود و ثبات ہیں۔ عرض مجید عالم کبیر کے جواہر کا مبدا ہے جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے۔ اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرض اللہ کہہ دیتے ہیں۔ اور جواہر خسرہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برتخ و واسطہ ہے۔ جس طرح عالم بصیرت میں انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برتخ و واسطہ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں لیکن عالم امر کی بے چوٹی اور بے چوٹی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔ ان جواہر خسرہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اور یاد کرنا میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مراتب سلوک نقیضی سے ملے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں۔

ہر گدائے مرد میدان کے شود

پیشہ آخِ سلیمان کے شود

ہر گدائے مرد میدان کب ہو سکتا ہے

پیمبر سلیمان کی ہمنوائی کب کر سکتا ہے

اور اگر بعض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حتی الامکان مرتبہ و حرب تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا سوا نہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے فعل و سبب کی مانند معلوم کرتا ہے۔

ایں کار دولت ست کنوں تاکہ دہند

یہ دولت خلق کا سوا نہ ہے۔ دیکھو اب یہ کسے عطا کرتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جیسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے مفاتیح کا اظہار اس بنا پر شروع ہے کیونکہ اس کے معانی و مطالب پر شبہ و نہایت و قیاس و تکیہ ہیں۔ تاکہ ہر گناہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھے۔ علم میں راجح لوگ جو:

وَمَا أَوْفَيْنَاهُمْ مِنَ الْأَعْلَامِ إِلَّا قَلِيلًا

تیں تمہارا علم دیا گیا ہے۔

کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس اجزا سے آگاہ ہیں۔

هَيْثُمَا الْأَمْرُ بَابُ النِّعَمِ نَعِيمًا

نعمت و امن کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں۔

مصلحت نیست کہ اوپر وہ بروں افتخار نہ
و نہ در محفل رندان نیست کہ نیست
یہ مصلحت کے خلاف ہے کہ باہر آئے۔ و نہ دندوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی

ان کو تحریر ہو۔

آپ کو السلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ علیہ وعلیہم من الصلوٰۃ والسلام اتہم وأذرعہا کی متابعت اپنے اوپر لازم کر لیں۔

دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تقویراً سامان کی تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی بہت سی صفات اضافیہ سے ہے جو جوہر اور امکان کے درمیان برزخ و واسطہ کی مانند ہیں، اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں، کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے، اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں، حضرت ذات اقدس تعالیٰ و تقدس کے دائروں میں داخل ہیں اس لیے ان میں (سرغنی، اغنی) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔

مسلم ایجا رسید و مر شکست
تلم یہاں پنچا اور ٹٹ گیا

مکتوب نمبر (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جس میں انعام و تکلیف، روف و باری ہیں — یہ
مکتوب بھی میراں حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

انشہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحر مہ سید البشر علیہ علی آلو الصلوٰۃ والسلام اتہم والسلام اتہم کے نظر کی
جگہ سے نجات عطا کرے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ و تطہیر ہے، نہ کہ باطل، انہوں کی عبادت سے جو خواہشات
نفسانی سے وجود میں آتی ہے نجات میسر آجائے۔ اور حقیقت میں سوائے ایک مہر و حق تعالیٰ و تقدس
کے اور کچھ بھی قبلہ تو جہ نہ رہے۔ اور دینی و دنیاوی مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کو اس ذات کی عبادت
کے سوا اختیار نہ کرے۔

دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں لیکن ان کا تعلق بھی ابراہم کے کام سے ہے۔ مقررین انہیں
بھی براہین میں سے ہی جانتے ہیں۔ اور ایک ذات کے سوا کسی چیز کو مقصود نہیں کرنا سکتے۔ یہ دولت

حصولِ ناس سے وابستہ ہے اور محبت ذاتی پیدا ہونا ہے جس کے بعد ہے، جہاں انعام و تکلیف دونوں مساوی ہیں۔ تکلیف و رنج سے بھی ایسے ہی لذت گیر ہوتے ہیں جیسے نعمتوں سے۔ اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا مقام و محل ہے اور اسے طلب کرنے میں اس کی رضا اور خوشنودی ہے اور اگر دوزخ سے بچنا چاہتے ہیں تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مقام ہے۔ نہ بہشت سے جہنم نفس منقلب ہے اور نہ دوزخ سے فرار اختیار کرنا اور نہ بچنا یا بچنا رنج اور محبت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی آتی ہے وہ ان بزرگوں کو مرعوب اور پسند اور عین مطلوب ہے۔ کل ما یفعلہ المحبوب محبوب۔ محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت اس جگہ اتھارتی ہے اور باطل انصاف سے نجات بھی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید بھی اس وقت ہی درست ہوتا ہے اس کے سوا بعض رنج و تکلیف اٹھانے کی بات ہے۔ محبت ذاتی کے بغیر ہر اسماء اور صفات اور محبوب کے انعام و تکلیف کے ذریعہ کے بغیر ہے۔ رنج اور عیب طالی بات ہے۔ خدا مطلق اس شرکت سوز محبت کے بغیر اتھارتی ہے۔

عشق ابن شطراست کو چوں بر فروخت

ہر چہ جو مستحق باقی جملہ سوغت

یتیم کلا در قفسل غیر حق بر اند

در نگہ زان پس کہ بعد از لاچار ماند

نامہ الا اللہ باقی جملہ رفت

شاو باش لے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہو جاتا ہے تو مستحق کے سوا ہر شے کو جلا کر رکھ کر دیتا ہے۔

غیر حق چلائی کھار جلا دیتا ہے۔ یہ تکرار چلنے کے بعد پھر دیکھو کہ لاکے بعد کیا ہے۔

صفت اللہ دیتا ہے باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسے شرکت کو پوری طرح جلا دینے والے عشق

تو شاو اور خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۳۶)

اس بیان میں کہ شریعت تمام گزشتہ اور انودی مساوی ترقی کی خاصیت و تخیل ہے اور کرانی مطلب و مقصد و اسباب میں جس کے حصول کیلئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف افسانہ صحت ہے۔ طریقت و حقیقت اسی شریعت کی قیام ہیں اور اس کے خاصیت ترقی کے بیان میں — یہ شرطیں

علاحدی مجددی ہو رہی ہو کر نکلا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمیں شریعت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیقین کی حقیقت سے نصرت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آئین کلمے۔

شریعت کے تین جزو ہیں: علم۔ عمل۔ اعتقاد۔ جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں پاتی اور جب شریعت متحقق ہوگی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیاوی و اخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی تعویذی رضا مندی بھی بہت ہے۔

اس لیے شریعت تمام دنیاوی و اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کو ملتا ہے دو فرق شریعت کی غاوم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے بغیر جزو یعنی اعتقاد کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے، نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواہب، اور علوم و معارف جو صوفیہ کو راستے میں آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ وہ ہم دخیال اللہ ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبات و اسرار کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے اعتقاد حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔ تینوں قسم کی تعلیمات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہر درجہ میں سے کسی ایک کو اعتقاد کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کوئی نہ اللہ کے فضل و عہد کو تقاضا دے اور مشاہدات و تعلیمات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لیے وہم دخیالی سے ذہن خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں:

قَبُولُ عَلَى الْمَسْكِينِ كَيْفَ مَا تَدَّخُلُوْهُمُ۔ مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار ہے جس کی فکر تو ان کو ملتا ہے۔

اللَّهُ يَخْتِيْلُ إِلَيْهِ مَن يَّشَاءُ وَيَهْدِيْهِ إِلَى يَتِّبِ مَن يَّخِيْبُ۔ اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنی طرف راہ دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعتقاد کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کے لیے ان احوال و مواہب کا طے کرنا ضروری ہے اور ان علوم و معارف کے ساتھ وابستہ ہے۔

پس یہ امر مطلوب کے اسباب و وسائل اور مقصود کے مقدمات ہیں۔

اس معنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ علیہ السلامات والتسلیمات کے مدد سے پورے دس سال بعد اس فقیر پر تکشف و واضح ہوئی ہے اور معشوق شریعہ پوری طرح جلوہ گر ہوا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں بھی یہ فقیر احوال و مواجید میں گرفتار نہیں تھا، اور شریعت کی حقیقت کے تحقق و ثبوت کے سوا میری نظر میں کوئی اور مطلب و مقصود نہ تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت پورے دس سال بعد اعلیٰ طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک سَمِعْنَا كَثِيرًا طَيِّبًا جَيِّدًا كَافِيَةً جَيِّدًا كَافِيَةً۔

میاں شیخ جمال مرحوم و مغفور کی وفات تمام اہل اسلام کے لیے حزن و پرہیزگاری کا باعث ہے۔ ان کے مخدم و نژادوں کو میری طرف سے صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ اور نافرمانی نہ کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۳۷)

بندہ سنت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام و التقیہ کی اتباع پر ابھارنے اور اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت کے حصول کی طرف راغب کرنے کے بیان میں ——— شیخ محمد چتری کرکھما۔

مراسلہ شریفہ اور مکاتیبہ لطیفہ جو از روئے کرم و مہربانی صادر فرمایا تھا، بندہ اس کے مطالعہ سے سرور اور خوش ہوا۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت و پختگی کا آپٹے لکھا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذلک اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہاء ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر اس طرح گندھا کہ یعنی اکسیر ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و التقیہ کی اتباع سنت پر مبنی ہے۔

فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ مدت و درز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موسلا دھار بادشس کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیے تھا اللہ سبحانہ کی عنایت سے کر دیا گیا۔ اب کوئی آؤر باقی نہیں رہی بسوائے اس کے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ہو جائے۔ اور احوال و مواجید اور باب فروع کے حوالے ہو جائیں۔

چاہیے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے معمور ہو۔ اور

ظاہر کہ کلی طور پر سب سے ظاہر کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔

کارا بن است بخیر این حسنہ پہنچ

اصل کام بھی ہے اس کے علاوہ سب سے پہلے

موسم سرما کی عشا کے سوا باقی تمام نمازیں ادا کریں۔ سردیوں کی عشا میں تیسرے صبحے رات تک تاخیر مستحب ہے۔ اس بارے میں فقیر نے اختیار ہے نہیں جانتا کہ بال برابر بھی ادا کرنا میں تاخیر واقع ہو۔ ہاں بشری عبادت مستثنیٰ ہیں۔

مکتوب نمبر (۳۸)

ذات بخت تنالی و تقدس کی بخت میں گرفتار ہونے کے بیان میں ہوا اسماء و صفات اور شیعہ و اقبالیات سے منزہ اور پاک ہے۔ اور منزل مقصود مکمل نہ پہنچنے والی جماعت کی خدمت میں جو چون کو ہے چون تصور کر کے اسی کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے اقام کے فرق کے بیان میں۔ اور اسی نقادیت پر علم و معارف و غیرہ ترتیب برتتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی شیخ محمد چترپری کی طرف لکھا۔

آپ کا مکتوب شریف لا۔ فرحت و خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لمحہ کے لیے بھی غم کے سپرد نہ کرے۔

جو کچھ ذات بخت سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسماء و صفات ہی ہوں۔ اور مشکلیں نے جو صفات کو لاہود و لا عجب کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے۔ انہوں نے غیر سے غیر اصطلاحی مراد لیا ہے اور اس معنی کے مطابق نفی کی ہے غیر معنی مطلق مراد نہیں لیا۔ اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اس ذات عرسلطانہ کو نفی کے سوا کسی طریقہ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ مرتبہ ذات میں جو کچھ ثابت کیا جائے گا وہ عرسلطانیہ سے انحراف ہوگا۔ اور بہترین تعبیر اور جامع ترین عبارت یہ ہے:

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ
اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

فارسی میں اس کا ترجمہ ہے چون وہے چگون ہے۔ اور علم و شہرہ اور معرفت کو اس ذات سبحانہ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا سمجھتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر

ہے۔ اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے۔ لہذا اس کی نفی کرنا لازم ہے اور کلمہ لا الہ کے نیچے لاکر اس پر چون و بے چگون ذات کا اثبات کلمہ لا الہ سے کرنا چاہیے۔ یہ اثبات ابتدا میں تقلیداً ہوتا ہے اور آخر میں تحقیقاً۔

پہلے ارباب سلوک سے جو نہایت کاذبک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو کہے چوں تصور کر رہے ہیں اور مشرود و معرفت کا اس کی طرف راستہ نکالتے ہیں ارباب تقلیدان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیوں کہ ان کی تقلید فرہیزب علی صاحبہا الصوابات والتسلیمات سے حاصل ہوئی ہے کہ سرور و غلا کو اس طرح راستہ نہیں مل سکتا۔ اس نہ پہنچنے والی جماعت کا مفقدا اور غیشوا غیر صحیح کشف ہے۔
 یہی تفاوت راہ از کھاست تا بہ کجا

دیکھ لے ایک ماسحت کا دوسرے راستے سے کتنا فرق ہے

فی الحقیقت یہ جماعت ذات کی منکر ہے۔ اگرچہ ذات کے مشاہدے کا اثبات کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہی اثبات میں انکار ہے۔ امام سلیمین امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سبحانک ما عبدناک حق
 عبادتک ولکن عرناک
 حق معرناک۔

تیری ذات پاک ہے۔ جیسا تیری عبادت کا حق
 ہے۔ ہم اس طرح تیری عبادت کا حق اور انہیں
 کہہ سکتے ہیں جیسا تجھے پہناتے کا حق ہے اس طرح
 ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔

عبادت کا حق ادا نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہ کی نہایت معرفت معرفت یہ ہے کہ اس ذات کو کہے چوں اور بے چگون فی کے ساتھ پہچان لیں۔

کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ عام و خاص اور مبتدی و مفتی معرفت میں مساوی اور برابر ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ نادان علم و معرفت میں فرق نہیں کر سکا۔ مبتدی کو علم ہے اور مفتی کو معرفت۔ اور معرفت بتا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ دولت خانی کے سوا کسی کو میسر نہیں آتی۔ مولوی دوم شرمی میں فرماتے ہیں۔

پہنچ کس را تا نگر دو اوست
 کوئی شخص بھی جب تک نہ ہو

نہیست راہ دور بارگاہ کبریا
 بارگاہ کبریا تک نہ نہیں پاسکا

تقریب معرفت علم کے علاوہ ہے۔

جانتا چاہیے کہ علم شعارت سے اور پاک شے ہے۔ جسے معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور

اسے اور ایک بسیط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حافظہ میں ہمسرا آخر ہرزہ نیست

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

حافظہ کی یہ سب فریادیں رد نہیں، بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے۔

اتصال سے یکجہت رہے کیا کسں ہست رب الناس را با جان تاس

ایک گفتہ تاس را شناس نہ تاس عزیز از جان جان استشناس نہ

رب تعالیٰ کا لوگوں کی جان کے ساتھ عقل میں نہ کہنے والا اور بے کیفت اتصالی و تعلق ہے۔

لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ انسانی کا ذکر کیا ہے، مگر ان کے ساتھ نہیں۔ تاس یعنی کاہن کا مریض

تو صرف جان جان (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی استشناسی رکھتے ہیں۔

اور چونکہ قنایں لوگوں کے قدم متفاوت ہیں، تو ضرور مفتی لوگوں کے لیے معرفت میں بھی ایک دوسرے پر

فصلیت حاصل ہے۔ جس کی قناتہم ہے اس کی معرفت بھی اکمل ہے۔ اور چونکہ قنایں کم درجہ سے اس کی

معرفت بھی کم درجہ کی ہے۔ اسی طرح اور مراتب بھی۔

سبحان اللہ! بات کہاں پہنچ گئی۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ اپنی بے حاصل، نامرادی، بے استقامتی

اور بے ثباتی کا تذکرہ کرتا اور دو ستروں سے مدد و اعانت طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے

کیا نسبت ہے

اگر از خویش حق چو نیست جہیں چہ خبر داد و از چنان و چنین

ہاں کے شکم میں پڑا جو اب جب اپنی ذات سے میں واقف نہیں تو ادھر ادھر کی کیا خبر دے گا۔

لیکن بلند پایہ ہمت اور سرمایہ والی فطرت اجازت نہیں دیتی کہ انسان اپنی قسم کی چیزوں اور مفصل

قسم کے سرمایہ کی طرف اتر آئے۔ بلکہ اس طرف توجہ اور واقعات بھی کرے۔ بلند پایہ ہمت انسان اگر تہا

کرتا ہے تو اسی کی بات کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اس ذات حق کی شان کے سامنے کچھ نہیں جوتی۔ اور اگر

تلاش کرتا ہے تو اسی کو تلاش کرتا ہے، اگرچہ کچھ بھی نہیں پاتا۔ اگرچہ حاصل کرتا ہے تو اسی کو حاصل کرتا ہے

اگرچہ کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ اور اگر اسے دمال نصیب ہوتا ہے تو اسی کا دمال نصیب ہوتا ہے، اگرچہ

پھر بھی بے حاصل ہی رہتا ہے۔

لیکن اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العالیہ کی بعض عبارات میں شہود ذاتی کا بعد ذکر مانع ہوا ہے

اس کے معنی ارباب گمانی کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ نارہم وہ لوگوں کے لیے اس معنی کا سمجھنا عمال اور

و ناممکن ہے۔

دریادِ حال کینست پریمِ خام ! بس سخن کرنا و بایادِ اسلام
پہنچتے آدمی کے حال تک خام آدمی نہیں پہنچ سکتا، لہذا بات مختصر ہی کرنی چاہیے و اسلام
آپ نے مکتوب کا عنوان ہو الظاہر، ہو الباطن کے کلمہ سے مزین و راستہ کیا لکھا، خود مگر اس
ہو الباطن ہو الباطن بالکل درست ہے۔ لیکن کچھ حصہ سے فقیر اس عبارت سے توجید کے معنی نہیں
سمجھتا۔ اور اس معنی کے سمجھنے میں علماء کے ساتھ موافق ہے۔ اور علماء کے معنی کی درستی اور باب توجید کے
معنی کی درستی سے فرقی ت رکھتی ہے :

کل صیبرا لما خلق له
ہر شخص کو وہی چیز میسر ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے

و ج ہر کسے را بہر کار سے ساختہ شد

کارکنانِ تقدیر نے ہر کسی کو کسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

جو چیز ایسی فقیر پر لازم و ضروری ہے اور جس کا وہ تکلف ہے و داد امر کی بجائے آدمی اور منوعات
سے بچنا ہے

مَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ مِنْ خَدِّكَ وَمَا

فَہَاكُمْ مِنْهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

جو چیز رسول تمہیں دے وہ ہے اور وہی پیچھے
رو کے اس سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ سے
ڈرتے رہو۔

اور چونکہ انسان کو اخلاص پیدا کرنے کا حکم ہے۔ اور وہ فنا اور محبت ذاتی کے بغیر مقصور نہیں
اس لیے فنا کے مقدمات کا حاصل کرنا جنہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں ضروری ہے۔ فنا اگرچہ محض
خدا تعالیٰ کی طرف ہے، لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض کو کسب
مقامات اور ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ مصفا کرنے کے بغیر ہی فنا کی حقیقت سے مشرف
کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اسے معرفت کے لغوی
مقام پر ہی کھڑا کر دیتے ہیں۔ یا ناقص لوگوں کی تکمیل کے لیے اسے جہان کی طرف واپس کر دیتے
ہیں۔ تقدیر اولیٰ پر اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسماء اور صفات کی
تجلیات کی تفصیلات سے بے خبر رہتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر جب اسے جہان کی طرف واپس
کرتے ہیں تو اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر تفصیل سے حاصل ہوتی ہے اور بے انتہاء تجلیات سے
اسے مشرف کرتے ہیں۔ صورتِ تہ مجاہدہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں گمانی ذوقِ دلالت میں جوتا

ایں کار دولت است کنوں ناکر او ہند

یہ دولت عظمتی کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ دولت کسے عطا کرتے ہیں

یہ نہ کہا جائے کہ حسب اخلاص ان ماحولیات میں ہے جن کا بجالانا واجب اور ضروری ہے اور اس کی حقیقت فنا کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ نزع علماء نیکو کار اور صالحین نیک اطوار جو حقیقت فنا سے مشرف نہیں ہیں 'اخلاص حاصل نہ کرنے پر عاقلی اور گنہ گار تصور ہوں گے۔ کیونکہ یہ اس کا جواب یہ دنیا ہوں کہ نفس اخلاص انہیں بھی حاصل ہے، اگرچہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں ہے۔ اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فنا کے بغیر حقیقت اخلاص کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں کہ اخلاص میں فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مکتوب نمبر (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا دار و دار منصب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں

سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کی باتوں میں — یہ مکتوب بھی شیخ محمد تقی کر لکھا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ حضور سید بشر علیہ السلام کے الصلوٰۃ والتسلیمات کی حرمت کے طفیل جو نظر کی بجائے آواز تھے اپنے ماسوا سے دیگر ذاتی اور جناب قدس کی طرف توجہ منصب فرمائے۔ کام کا دار و داروں پر ہے۔ اگر وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خواب و ابتر ہے صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام نکل نہیں سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے، دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجائے ادوی کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے جس طرح اس زمان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے، قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔

اس وقت کے بہت سے علماء اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب

پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والیقینہ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔

مکتوب نمبر (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور اس جزو کے کال کرنے میں طریقت اور حقیقت دونوں شریعتِ حق کی خادم ہیں اور اس طرح کے دوسرے مسائل میں ——— شیخ محمد حیدر کی طرف لکھا۔

تَقْوَىٰ وَ تَصَبُّلٌ عَلَىٰ نَبِيِّهِ وَ تَسْلِيمٌ۔

مخدوم گرامی! منازلِ سلوک اور مقاماتِ بندہ کے طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیرِ سلوک سے مقصود مقامِ اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو بیرونی اور اندرونی خداؤں کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ اور یہاں اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعتِ حق کے تین جزو ہیں۔ علم۔ عمل۔ اعتقاد۔

قرطریقت اور حقیقت دونوں اس جزوِ اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں۔ اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اکثر خلوق خواب و خیال میں آرام کر رہی ہے اور اکھروٹ و زاریں و معمولی چیزوں پر کفایت کر چکی ہے۔ شریعت کے کمالات کو کیا جانے۔ طریقت و حقیقت کی مابینیت کو کیا پائے؟ اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی مسکروستی میں نکلی ہوتی باتوں کے دھوکے میں آچکے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں راہِ راست پر چلنے کی ہدایت دے۔ ہم پر اور تمام صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔

—

اللہ تعالیٰ کہہ داور اس کے حسنِ توفیق سے دفتر اول کے حصہ اول کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔
وَصَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٌ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاَعْلٰیئِہِمْ
بِرَحْمَتِہٖ وَہُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

قطعة تاریخ طباعت

از ترجمہ مکتوبات قدسی آیات اول و فتراول

نتیجہ فکر

جناب آیت شریف احمد رضا شرافت نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین ساہن پال شریف ضلع گجرات

بجملہ اللہ از لطف پاک خدا

تصنیف آل قطب الخطاب

کہ در انکشاف علوم شہود

بسی مبارک محمد سعید

بعلم و عمل مستمرد و جہاں

چو شد چاپ این حصہ اولین

شد از شرافت حسن اظہور

کلام تصوف، شراب طہور

۱۲

۱۳

۱۴

کتابہ المدیونہ خورشیدی ساکن حضرت کیلیا فرال ضلع گجرات الہ ۱۲۰۲ اپریل سنہ ۱۳۰۲